REGD NO P 67
رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

اخبار احمدیہ

قادیان ۸ اپریل۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۴ اپریل بوقت ۸½ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

حضور کو گذشتہ رات نیند نہیں آئی۔ اس وقت طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمدللہ

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۸ اپریل۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی صحت پہلے سے بہتر ہے ابھی پنڈلیوں کی تکلیف باقی ہے۔ محترمہ بیگم صاحبہ کی ناک کی تکلیف ابھی پوری فرق نہیں ہوئی ہے۔ معمولی تکلیف ہے۔ کامل شفایابی کے لئے احباب دعائیں جاری رکھیں۔ عزیز صاحبزادہ مرزا کلیم احمد اور جملہ صاحبزادیاں بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ۔

گیمبیا (مغربی افریقہ) میں احمدی مبلغین کی قابل قدر مساعی

تبلیغی دورے۔ مشن ہاؤس میں زائرین کی آمد۔ جشن آزادی میں شرکت اور اہم تقاریر

قریباً اڑھائی سو افراد کا قبول اسلام

خلاصہ سہ ماہی رپورٹ احمدیہ مشن گیمبیا از اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۳ء

(از مکرم چوہدری محمد شریف صاحب انچارج احمدیہ مشن گیمبیا، مغربی افریقہ)

گیمبیا کی داخلی آزادی

۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء گیمبیا میں ایک تاریخی دن تھا۔ اس دن گیمبیا نے تین سو سالہ غلامی کے بعد مکمل داخلی آزادی حاصل کی۔ گیمبیا مغربی افریقہ میں سب سے پہلا مقبوضہ ملک تھا۔ اور اب سب سے آخری۔ گیمبیا سے ہی بتدریج انگریز آگے بڑھتے بڑھتے نائیجیریا اور جنوب مغربی افریقہ تک پہنچے اور ان پر قابض ہو گئے۔ اور اب سب سے آخر میں اس کے آزاد ہونے کی باری بھی آگئی۔ امید ہے کہ ۱۹۶۵ء میں خارجی طور پر بھی گیمبیا آزاد ہو جائے گا۔ اور شمالی و مغربی افریقہ میں ہر لحاظ سے صلیب پارہ پارہ ہو جائے گی

جشن آزادی

مکمل داخلی آزادی و استقلال کی خوشی منانے کے لئے حکومت گیمبیا کی طرف سے اس روز ایک خاص خوشی کی تقریب منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ تین دن تعطیل عام رہی ایک جشن منایا گیا جس میں ملک کے تمام ملکی و غیر ملکی معززین مدعو کئے گئے۔ اور پرائم منسٹر صاحب نے فوج و پولیس وغیرہ سے سلامی لی۔ اس تقریب میں پرائم منسٹر صاحب کی طرف سے خاکسار کو بھی بلحاظ چیف احمدیہ مشنری گیمبیا شرکت کی دعوت ملی۔ میں بھی اس میں شامل ہوا۔ احمدیہ مشن سے بھی پرائم منسٹر صاحب کی طرف سے درخواست کی گئی تھی کہ اس دن خاص طور پر دعا بھی کی جائے۔ چنانچہ ہم نے دعا کے لئے ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک کا اعلان کیا۔ اور جمعہ کی نماز کے بعد جماعت احمدیہ گیمبیا نے دعا کی جس کا اعلان متعدد مرتبہ گورنمنٹ کے انفارمیشن بلیٹن میں اور ریڈیو گیمبیا کے ذریعہ حکومت کی طرف سے کر دیا گیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اس موقعہ پر جماعت احمدیہ گیمبیا نے مبارکباد کا پیغام بھی پرائم منسٹر گیمبیا کی خدمت میں بھیجا۔ نیز احمدیہ مشن بلڈنگ کو بجلی کے قمقموں سے بھی شاندار چراغاں کیا گیا۔

زائرین احمدیہ مشن

احمدیہ مشن میں زائرین کی تشریف آوری کا سلسلہ بفضلہ تعالیٰ بدستور قائم رہا۔ اس سلسلہ میں ۱۷۶ اصحاب احمدیہ مشن میں تشریف لائے۔ احمدیہ لٹریچر انہیں دیا گیا۔ تشریف لانے والے احباب میں ہر طبقہ، ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ شامل تھے۔ امیر، غریب، عالم، لیڈر، تاجر، ملازم۔ ایک چیف اور ایک وزیر صاحب حکومت گیمبیا بھی تشریف لائے۔ چونکہ باتھرسٹ ایک بڑی بندرگاہ بھی ہے۔ جہاں عموماً ہر ہفتہ عشرہ میں کوئی نہ کوئی جہاز آتا رہتا ہے۔ اس لئے مختلف اصحاب جنہیں پہلے کسی جگہ احمدیہ مشن سے واقفیت ہو چکی ہے وہ کوشش کر کے احمدیہ مشن تشریف لاتے رہتے ہیں۔ اس عرصہ میں ایک عرب اخی سنہ پستانی دہائی ان زائرین میں پندرہ بیس تشریف لائے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

تعلیم و تربیت جماعت

تعلیم و تربیت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ روزانہ مغرب و عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت احمدیہ مشن میں ادا کی جاتی رہی ہیں احمدیہ مشن کے قریب رہنے والے احباب شامل ہوتے ہیں۔ ہفتہ میں پانچ دن مغرب و عشاء کے درمیان درس حدیث ہوتا رہا احباب کے پیش کردہ سوالوں کے جوابات وغیرہ دیئے جاتے رہے۔ تیرہ خطبات جمعہ بھی مختلف مضامین پر احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کے لئے خاکسار نے پڑھے۔ ہر خطبہ کا ترجمہ برادرم علی باہ صاحب ساتھ ساتھ ولف (باتھرسٹ کی مقامی زبان) میں کرتے رہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ چونکہ ابھی تک احمدیہ مسجد کے لئے کوئی موزوں قطعہ زمین گنجان آباد شہر میں مل نہیں سکا۔ اس لئے نماز جمعہ گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے کے میدان میں سمندر کے کنارہ پر ادا کی جاتی رہی۔ اور ہر ماہ تبصرہ کے لئے تیرہ جیلنج لو ازمن ... کے کنارے ... ہزاروں لوگ ... عمل طور پر تصدیق کرتی ہی زبانی تبلیغ کے علاوہ لٹریچر بھی حسب ضرورت و موقعہ تقسیم کیا گیا۔

تبلیغی دورے

دونوں احمدی لوکل مبلغین کے حلقے اس سہ ماہی میں تبدیل کئے گئے۔ چنانچہ برادرم احمد گائے (GAYE) صاحب کو تین ماہ کے لئے سبا رتیو کی لینڈ ڈویژن میں متعین کیا گیا اور جارج ٹاؤن ان کا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا گیا اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جارج ٹاؤن میں ایک نئی جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے اور کثرت سے وہاں احمدیہ لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا اور جارج ٹاؤن کے مضافات کے متعدد دیہات کا بھی دورہ کیا۔

الشیخ ابراہیم عبدالقادر جکینی (JIKANI) ہمارے دوسرے لوکل مبلغ ایر پوز ڈویژن سے باتھرسٹ سے متصل ڈویژن کومبو (KOMBO) میں متعین کئے گئے اور جبونگ ان کا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا گیا۔ انہوں نے بھی بڑے اخلاص اور تندہی سے کام کیا اور باکاؤ وغیرہ میں ان کی مساعی سے جماعت نے کافی ترقی کی فالحمد للہ علیٰ ذالک وجزاھما اللہ احسن الجزاء

میں بھی وقتاً فوقتاً بوقت ضرورت باتھرسٹ کے مضافات کا چکر لگاتا رہا اور باکاؤ، سیرا کنڈا، جبونگ اور بنڈوم (BUNDUM) جاتا رہا۔

خاص لیکچرز

بنڈوم (جو یہاں سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) ٹیچرز ٹریننگ کالج میں موسم گرما کی تعطیلات ختم ہونے کے بعد کالج دوبارہ اکتوبر میں کھلا۔ اور پروفیسر صاحب دینیات اور ان کے طلباء کی دعوت پر اس عرصہ میں چار لیکچر دیئے۔ دو اکتوبر میں ایک نومبر میں اور ایک دسمبر میں خاکسار نے بنڈوم کالج میں دیئے۔ ہر لیکچر کا ایک ایک گھنٹہ وقت تھا ۴۵ منٹ لیکچر اور ۱۵ منٹ طلباء کے پیش کردہ سوالات کے جوابات۔ چاروں لیکچر متعلقہ قرآن مجید پر دیئے گئے یعنی ہم کس طرح یقین کریں کہ فی الواقعہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کا ہی کلام ہے ربانی عرش پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رلا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

قادیان میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی مع اہل و عیال بمسرت تشریف آوری

درویشان قادیان کی طرف سے پُرتپاک خیر مقدم

"میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤنگا اور برکت دونگا...... اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائیگی"
(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

قادیان ۹/اپریل درویشان قادیان کے لئے مقامی طور پر آج خاص خوشی اور مسرت کا روز تھا۔ جبکہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور محترمہ بیگم صاحبہ ننھے صاحبزادے عزیز کلیم احمد سلمہ ربہ کی ولادت باسعادت کے بعد لال ہسپتال امرتسر سے پانچ بجے شام قادیان تشریف لائے۔ پُر از محبت اور عقیدت مندانہ جذبات سے پُر جملہ درویشان آپ کے استقبال کے لئے قائم مقام امیر صاحب مقامی کی ہدایت کے تحت احمدیہ بازار میں مسجد مبارک کے بڑے گیٹ کے سامنے وقت سے پہلے ہی جمع ہو گئے۔ بڑے گیٹ سے مسجد مبارک کی چھوٹی سیڑھیوں تک کے رستہ کو اور نیز حضرت ام المومنین کے دالان کے سامنے والے بالائی صحن کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے مزین کیا گیا تھا۔ بڑے گیٹ پر سنہری حروف میں "اَھلًا وَّسَھلًا وَّمَرحَبًا" کا قطعہ آویزاں کیا گیا۔ در مقدس "الدار" کے اُس بالاخانہ میں جہاں مقدس خاندان مسیح موعود کا یہ مبارک جوڑا زمانہ درویشی میں رہائش پذیر ہے کے بیرونی دروازہ کے سامنے سبز کپڑے پر سفید حروف میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر لکھوایا گیا ؎

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

مقدس خاندان کے مبارک افراد پر مشتمل قافلہ کو لئے ہوئے خوبصورت سبز کار جونہی بٹالہ قادیان کی پختہ سڑک پر آتی ہوئی نظر آئی۔ منارۃ المسیح پر آن ڈیوٹی کھڑے نوجوان نے فوراً درویشان کو مطلع کر دیا۔ اب سب کی نگاہیں شمال کی جانب پھر گئیں جدھر سے کار کی آمد کی توقع تھی۔ جلد ہی پھولوں سے سجی ہوئی سبز کار نمودار ہو گئی۔ اور اُس میں بیٹھے مبارک افراد کو دیکھ کر درویش باغ باغ ہو گئے۔ اور سبھی نے ایک تنظیم کے تحت باآواز بلند

"اَھلًا وَّسَھلًا وَّمَرحَبًا"

کے الفاظ سے آنے والوں کا استقبال کیا

محترم صاحبزادہ صاحب کار سے باہر تشریف لائے عقیدتمندان نے آپ کو گھیر لیا خوشبودار محبت کے ہاتھوں تیار کئے گئے پھولوں کے ہار پہنائے اور بڑھ بڑھ کر ہر شخص نے دلی خلوص و محبت کے ساتھ مصافحہ کیا اور عزیز نومولود کی ولادت پر ہدیہ تہنیت پیش کیا۔

ادھر درویش خواتین دار مسیح میں جمع تھیں جونہی محترمہ بیگم صاحبہ نومولود ننھے صاحبزادے سمیت "الدار" کے بالاخانہ میں تشریف لائیں۔ سبھی نے پُرتپاک خیر مقدم کیا پیاری پیاری مبارکباد عرض کی اور ننھے صاحبزادے کو دیکھ کر دلی مسرت حاصل کی۔

فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک

اس سارے مسرت موقعہ پر جملہ درویشان قادیان ایک طرف بارگاہ الٰہی میں حمد و شکر بجا لا رہے تھے کہ سب کی دعائیں قبول ہوئیں اور محض اپنے فضل سے خداتعالیٰ نے خوشی کا یہ دن دکھایا۔ اور گلستان احمدیت میں ایک اور پھول کھلا جیسا کہ حضور نے فرمایا ؎

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

ساتھ کے ساتھ جملہ درویشان قادیان زیر لب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر دعائیہ رنگ میں گنگنا رہے تھے ؎

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(آمین یا رب العالمین)

رات کو منارۃ المسیح کے تمام بڑے بلب روشن کئے گئے۔

وڈمان (جنتہ کنڈہ) سے حجاج کرام کا پُرتپاک الوداع

اس سال فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جنتہ کنڈہ سے محترم جناب سیٹھ محمد معین الدین صاحب، آپ کی اہلیہ صاحبہ اور آپ کی والدہ محترمہ تشریف لے گئے۔ ان تینوں خوش نصیبوں کا وفد ۱۹/مارچ کو مقام وڈمان سے گذرا۔ اس موقعہ پر ایک الوداعی جلسہ منعقد کیا گیا۔ محترم سیٹھ صاحب موصوف کی خاطر کوئی ہزار کے قریب چھوٹے بڑے مرد عورتیں۔ ہندو مسلم ممتاز اور معروف اشخاص جمع ہو گئے تھے۔

حاضرین کی خواہش پر خود سیٹھ صاحب موصوف نے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن اور نظم خوانی سے ہوئی۔ پہلی تقریر محترم جناب محمد بشیر الدین صاحب مدرس نے حج بیت اللہ کے عنوان پر کی بعدہٗ آخر میں وڈمان کے احباب جماعت کے لئے دعا کی درخواست کی۔

دوسری تقریر سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب برادر محترم سیٹھ (حاجی) صاحب نے کی آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ ہمارے خاندان کا یہ دوسرا وفد اس بابرکت سفر کے لئے روانہ ہو رہا ہے۔ آپ نے ان حاجیوں کی بخیر و خوبی اور صحت و سلامتی کے ساتھ واپس آنے اور حج کی برکات سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی دعا کی۔

تیسری اور آخری تقریر خود محترم سیٹھ صاحب نے کی جس میں آپ نے حج بیت اللہ کی توفیق پانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سال میں اپنے والد صاحب مرحوم کی طرف سے حج بدل کے طور پر ایک صاحب کو ساتھ لے جا رہا ہوں۔ اس طرح گویا ہمارے خاندان کے چار افراد اس سعادت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ آپ نے حاضرین سے خطاب جاری رکھتے ہوئے تعلق باللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ پر مؤثر رنگ میں روشنی ڈالی۔ اور فرمایا کہ یہ خلاصہ ہے مذہب کا اور میں نے ہمیشہ ہی اس سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ آپ بھی اس پر غور کریں۔

آخر پر آپ نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ حج میں آپ حضرات کے لئے حسب توفیق دعا کرتا رہوں گا آپ بھی میرے حق میں دعا کرتے رہیں۔ بعدہٗ پُرسوز لمبی دعا ہوئی اور جلسہ برخواست کیا گیا۔

اس موقعہ پر تمام حاضرین کی مٹھائی اور شربت سے تواضع کی گئی۔ محترم سیٹھ صاحب سب احباب سے مصافحہ و معانقہ کے بعد چار بجے شام حیدرآباد کے لئے بذریعہ کار روانہ ہو گئے۔

واللّٰہ خیرٌ حافظاً

خاکسار
محمد یوسف نائب امیر جماعت احمدیہ
وڈمان ضلع محبوب نگر
(آندھرا پردیش)

عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قادیان میں قربانی

عید الاضحیٰ آخر اپریل میں آنے والی ہے اس موقعہ پر جماعت کے اکثر مخلصین کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی طرف سے قربانی دارالامان کی بابرکت بستی میں کروائیں۔ چنانچہ ان کی طرف سے رقوم آنے پر یہاں قربانیوں کا انتظام کر دیا جاتا ہے اس طریق سے جہاں پر مخلصین خاص ثواب کے مستحق ہوتے ہیں وہاں پر اُن کے درویش بھائی عید کے موقعہ پر اس گوشت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں

اس سال بھی جو مخلصین یہ نیک خواہش رکھتے ہوں اُن کو چاہیئے کہ جلد از جلد اطلاع بھجوا دیں تاکہ قبل از وقت جانور خریدنے میں سہولت ہو سکے نیز دوست یہ بھی یاد رکھیں کہ قربانی کے لئے (مینڈھا) بکرا آجکل ۴۵/ روپے سے پچاس روپے تک ملتا ہے۔

قائمقام امیر مقامی قادیان

مسئلہ خلافت پر روح پرور تقریر

جو قبضاً الٰہی تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا اسے خلافت کے ذریعہ ہمیشہ قائم رکھو

افراد مر سکتے ہیں لیکن قومیں اگر چاہیں تو خلافت کے قیام و استحکام کے ذریعہ ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہیں

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے گزشتہ پچاس سالہ عہد خلافت میں ان دینی مسائل پر خاص زور دیا ہے جن پر جماعتی اور قومی زندگی کی بقا منحصر ہے انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ خلافت بھی ہے جسے نظر انداز کرنے کی وجہ سے مسلمان منتشر اور پراگندہ ہو گئے حضور نے مسئلہ خلافت کی اہمیت کو جس طرح واضح فرمایا اس کا کسی قدر اندازہ حضور کی ارشاد فرمودہ درج ذیل تقریر سے لگایا جا سکتا ہے جو حضور نے اکتوبر ۱۹۵۳ء میں فرمائی تھی۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا

انسان دنیا میں پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں کوئی انسان ایسا نہیں ہوا جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ لیکن

قومیں اگر چاہیں تو وہ ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہیں

یہی امید دلانے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

"میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے"

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶-۱۷)

اسی میں حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو اسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ چونکہ ہر انسان کے لئے موت مقدر ہے۔ اس لئے میں بھی تم سے ایک دن جدا ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر تم چاہو تو تم ابد تک زندہ رہ سکتے ہو۔ انسان اگر چاہے بھی تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا لیکن قومیں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں اور اگر وہ زندہ نہ رہنا چاہیں تو مر جاتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا کہ

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں۔ اور وہ دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"۔

اس جگہ بھی یہی معنے ہیں کہ جب تک تم چاہو گے تم زندہ رہ سکو گے اگر تم سارے مل کر بھی چاہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ رہتے تو زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ہاں اگر تم یہ چاہو کہ قدرت ثانیہ تم میں زندہ رہے تو زندہ رہ سکتی ہے۔

قدرت ثانیہ کے دو مظاہر

ہیں۔ اول تائید الٰہی اور دوسرے خلافت، اگر قوم چاہے اور اپنے آپ کو مستحق بنائے تو تائید الٰہی بھی اس کے شامل حال رہ سکتی ہے اور خلافت بھی اس میں زندہ رہ سکتی ہے۔ خرابیاں ہمیشہ ذہنیت کے خراب ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ذہنیت درست رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو چھوڑ دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں تبدیلی نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ خود اپنے دلوں میں خرابی پیدا نہ کرے۔ یہ چیز ایسی ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی جاہل سے جاہل انسان ایسا نہیں ہوگا۔ جسے میں یہ بات بتاؤں اور وہ کہے کہ میں اسے نہیں سمجھ سکتا۔ اگر ایک دفعہ سمجھانے پر نہ سمجھ سکے تو دوبارہ سمجھانے پر بھی وہ کہے کہ میں اسے نہیں سمجھا لیکن اتنی سادہ سی بات بھی قومیں فراموش کر دیتی ہیں انسان کا مرنا تو ضروری ہے اگر وہ مر جائے تو تمہارا سیر کرنا لازم نہیں آتا۔ لیکن قوم کیلئے مرنا ضروری نہیں۔ قومیں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں لیکن وہ

اپنی ہلاکت کے سامان

خود پیدا کر لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہ کو ایک ایسی تعلیم دی تھی جس پر اگر ان کی آئندہ نسلیں عمل کرتیں تو ہمیشہ زندہ رہتیں۔ لیکن قوم نے عمل چھوڑ دیا اور وہ مر گئی۔ دنیا یہ سوال کرتی ہے اور میرے سامنے بھی یہ سوال کئی دفعہ آیا ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی تھی جس میں ہر قسم کی سوشل تکالیف اور مشکلات کا علاج تھا اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا پھر وہ تعلیم گئی کہاں اور ۳۳ سال میں ہی وہ کیوں ختم ہو گئی۔ عیسائیوں کے پاس

مسلمانوں سے کم درجہ کی خلافت

تھی لیکن ان میں اب تک پوپ چلا آ رہا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسائیوں میں پوپ کے باغی بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی اکثریت ایسی ہے جو پوپ کو مانتی ہے اور انہوں نے اس نظام سے فائدہ بھی اٹھائے ہیں لیکن مسلمانوں میں ۳۳ سال تک خلافت رہی اور پھر ختم ہو گئی۔ اسلام کا سوشل نظام ۳۳ سال تک قائم رہا اور پھر ختم ہو گیا۔ نہ جمہوریت باقی رہی نہ غرباء پروری رہی۔ نہ لوگوں کی تعلیم اور غذا اور لباس اور مکان کی ضروریات کا کوئی احساس رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے

کہ یہ ساری باتیں کیوں ختم ہو گئیں۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ذہنیت خراب ہو گئی تھی۔ اگر ان کی ذہنیت درست رہتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ نعمت ان کے ہاتھ سے چلی جاتی۔ پس خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو اور ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خلافت تم میں ہمیشہ رہے گی۔ خلافت تمہارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہی اس لئے ہے تا وہ کہہ سکے کہ میں نے اسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا۔ اگر تم چاہتے تو یہ چیز ہمیشہ تم میں قائم رہتی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے الہامی طور پر بھی قائم کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس نے یہ کہا کہ اگر تم لوگ خلافت کو قائم کرنا چاہو گے تو میں بھی اسے قائم رکھوں گا۔ گویا اس نے تمہارے منہ سے کہلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ اب اگر تم اپنا منہ بند کر لو یا خلافت کے انتخاب میں اہلیت مدنظر نہ رکھو۔ مثلاً تم ایسے شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لو جو خلافت کے قابل نہیں تو تم یقیناً اس نعمت کو کھو بیٹھو گے۔ مجھے اس طرف زیادہ تحریک اس وجہ سے ہوئی کہ آج رات ۲ بجے کے قریب

میں نے رؤیا میں دیکھا

کہ میں کسی کے لکھے ہوئے کچھ نوٹ پڑھ رہا ہوں جو کسی مصنف یا مؤرخ کے ہیں اور انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں جیسل بی Copying Pencil کی طرح Blue رنگ کی پنسل سے لکھے ہیں۔ بعض صاف طور پر نہیں پڑھے جاتے اور جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نوٹوں میں یہ بحث کی گئی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمان اتنی جلدی کیوں خراب ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان احسانات ان پر تھے۔ اعلیٰ تمدن اور بہترین اقتصادی تعلیم انہیں دی گئی تھی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا۔ پھر بھی وہ گر گئے اور ان کی حالت خراب ہو گئی۔ یہ نوٹ انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں لیکن

عجیب بات یہ ہے

کہ جو انگریزی لکھی ہوئی تھی وہ دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھی ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی میں اسے پڑھ رہا تھا۔ گو وہ خراب سی لکھی ہوئی تھی اور الفاظ واضح نہیں تھے۔ بہرحال کچھ نہ کچھ پڑھ لیتا تھا۔ اس میں سے ایک فقرہ کے الفاظ قریباً یہ تھے کہ There were two Reasons for it. There Temperment becoming (1) morbid and (2) Anarchical

یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ مسلمانوں پر کیوں تباہی آئی۔ اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ خرابی جو مسلمانوں میں پیدا ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی طبائع میں

دو قسم کی خرابیاں

پیدا ہو گئی تھیں ایک یہ کہ وہ ماربڈ (Morbid) ہو گئے تھے یعنی ان نیچرل (Unnatural) اور ناخوشگوار ہو گئے تھے اور دوسرے ان کی ٹنڈنسیز (Tendencies) انارکیکل (Anarchical) ہو گئی تھیں یعنی

سوچا کہ واقعہ میں یہ دونوں باتیں صحیح ہیں مسلمانوں نے جو تباہی خود اپنے ہاتھوں مول لی تھی ماڈرن (modern) کے لحاظ سے یہ تباہی اس لئے واقع ہوئی کہ جو ترقیات انہیں ملیں وہ اسلام کی خاطر تھیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملی تھیں ان کی ذاتی کمائی نہیں تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے تھے اور مکہ والوں کی ایسی حالت تھی کہ لوگوں میں انہیں کوئی عزت حاصل نہیں تھی لوگ صرف مجاور سمجھ کر ادب کیا کرتے تھے اور جب وہ غیر قوموں میں جاتے تھے تو وہ بھی ان کو مجاور یا زیادہ سے زیادہ تاجر سمجھ کر عزت کرتی تھیں۔ وہ انہیں کوئی حکومت قرار نہیں دیتی تھیں۔ اور پھر ان کی حیثیت اتنی کم سمجھی جاتی تھی کہ دوسری حکومتیں ان سے جبراً ٹیکس وصول کرنا جائز سمجھتی تھیں۔ جیسے یمن کے بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا جس کا قرآن کریم نے اصحاب الفیل کے نام سے ذکر کیا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو تیرہ سال تک آپ مکہ میں رہے۔ اس عرصہ میں چند سو آدمی آپ پر ایمان لائے۔ تیرہ سال کے بعد آپ نے ہجرت کی۔ اور

ہجرت کے آٹھویں سال سارا عرب

جیتنے لیکن چند ہی سال میں مسلمانوں میں یہ سوال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ خزانے ہمارے ہیں اور اگر حکام نے ان کے راستہ میں کوئی روک ڈالی تو انہوں نے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

یہ وہ روح تھی

جس نے مسلمانوں کو خراب کیا۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ حکومت الٰہیہ ہے اور اسے خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس لئے اسے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں فرمایا ہے کہ خلیفے ہم بنائیں گے لیکن مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ خلیفے ہم نے بنانے ہیں اور جب انہوں نے یہ سمجھا کہ خلیفے ہم نے بنانے ہیں تو خدا تعالیٰ نے کہا اچھا اگر خلیفے تم نے بنانے ہیں تو اب تم ہی بناؤ۔ چنانچہ ایک وقت تک تو وہ پہلوں کا مارا ہوا شکار یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مارا ہوا شکار کھاتے رہے لیکن مرا ہوا شکار ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ زندہ بکرا، زندہ بکری، زندہ مرغا اور زندہ مرغیاں تو ہمیشہ گوشت اور انڈے کھلائیں گے

لیکن ذبح کی ہوئی بکری یا مرغی زیادہ دیر تک نہیں جا سکتی۔ کچھ وقت کے بعد وہ خراب ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے زمانہ میں مسلمان تازہ گوشت کرتے تھے لیکن بے وقوفی سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ چیز جاری ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنی

زندگی کی روح

کو ختم کر دیا اور بکریاں مردہ ہو گئیں۔ آخر تم ایک ذبح کی ہوئی بکری کو کتنے دن کھاؤ گے۔ ایک بکری میں دس بارہ سیر یا ۲۰-۳۰ سیر گوشت ہوگا اور آخر وہ ختم ہو جائے گا۔ پس وہ بکریاں مردہ ہو گئیں اور مسلمانوں نے کھا کر انہیں ختم کر دیا۔ پھر وہی حال ہوا کہ

"ہفتہ پرانے گھونسلے سے لینے بوئی آئے"

وہ ہر جگہ ذلیل ہونے شروع ہوئے انہیں ماریں پڑیں اور خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا۔ عیسائیوں نے تو اپنی مردہ خلافت کو آج تک سنبھالا ہوا ہے۔ لیکن ان بدبختوں نے زندہ خلافت کو اپنے ہاتھوں گلا گھونٹ دیا۔ اور یہ محض عارضی خواہشات

دنیوی ترقیات کی تمنا

اور وقتی جوشوں کا نتیجہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے جو وعدے پہلے مسلمانوں سے کئے تھے وہ وعدے اب بھی ہیں۔ اس نے جب

وعد اللہ الذین آمنوا
منکم وعملوا الصالحات
لیستخلفنہم فی الارض
کما استخلف الذین
من قبلہم فرمایا تو الذین
آمنوا وعملوا الصالحات

فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت عمرؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت عثمانؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت علیؓ سے نہیں فرمایا۔ پھر اس کا کہیں ذکر نہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ صرف پہلے مسلمانوں سے کیا تھا بلکہ یہ وعدہ سارے مسلمانوں سے ہے۔ چاہے وہ آج سے پہلے ہوں یا ۲۰۰ یا ۴۰۰ سال کے بعد آئیں۔ وہ جب بھی آمنوا وعملوا الصالحات کے مصداق ہو جائیں گے وہ اپنی نفسانی خواہشات کو مار دیں گے وہ اسلام کی ترقی کو اپنا اصل مقصد بنا لیں گے۔ تنظیمات۔ جماعتوں۔ پارٹیوں۔ جتھوں۔ شہروں اور ملکوں کو بھول جائیں گے تو ان کے لئے

خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ

قائم رہے گا لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین

من قبلہم یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے ہے چاہے وہ عرب کے ہوں عراق کے ہوں شام کے ہوں مصر کے ہوں، یورپ کے ہوں، ایشیا کے ہوں، امریکہ کے ہوں، جزائر کے ہوں، افریقہ کے ہوں، کہا ہے کہ لیستخلفنہم فی الارض وہ انہیں اس دنیا میں اپنا نائب اور قائممقام مقرر کرے گا۔ اب اس دنیا میں شام، عرب اور نائیجیریا، گھانا، ہندوستان، چین اور انڈونیشیا ہی شامل نہیں بلکہ اور ممالک بھی ہیں۔ پس اس کی مراد دنیا کے سب ممالک ہیں۔ گویا وہ موعود خلافت ساری دنیا کے لئے فرماتا ہے وہ تمہیں ساری دنیا میں خلیفہ مقرر کرے گا۔ کما استخلف الذین من قبلہم۔ اسی طرح جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس آیت میں پہلے لوگوں کی مشابہت ارض میں نہیں بلکہ استخلاف میں ہے۔ گویا ہم انہیں اسی طرح خلیفہ مقرر کریں گے۔ جن کا اثر تمام دنیا پر ہوگا پس

اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو یاد رکھو

اور خلافت کے استحکام اور قیام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہو تم نوجوان ہو تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں اور تمہاری عقلیں تیز ہونی چاہئیں۔ تاکہ تم اس کشتی کو ڈوبنے اور غرق نہ ہونے دو۔ تم وہ چٹان نہ بنو جو دریا کے رُخ کو پھیر دیتی ہے۔ بلکہ تمہارا یہ کام ہے کہ تم وہ چینل (Channal) بن جاؤ جو پانی کو آسانی سے گذارتی ہے۔ تم ایک ٹنل ہو جس کا کام یہ ہے کہ وہ فیضانِ الٰہی جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا ہے تم اسے آگے چلاتے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تم ایک ایسی قوم بن جاؤ گے جو کبھی نہیں مرے گی اور اگر تم اس فیضانِ الٰہی کے رستہ میں روک بن گئے۔ اس رستہ میں پتھر بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور تم نے اپنی ذاتی خواہشات کے ماتحت اسے اپنے دوستوں رشتہ داروں اور قریبیوں کے لئے مخصوص کرنا چاہا۔ تو یاد رکھو وہ تمہاری قوم کی تباہی کا رستہ ہوگا۔ پھر تمہاری عمر کبھی لمبی نہیں ہوگی اور تم اس طرح مر جاؤ گے جس طرح پہلی قومیں مریں۔ لیکن قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ قوم کی ترقی کا رستہ بند نہیں۔ انسان بے شک دنیا میں ہمیشہ زندہ نہیں رہتا لیکن قومیں زندہ رہ سکتی ہیں۔ پس جو آگے بڑھے گا وہ انعام لے جائے گا۔ اور جو آگے نہیں بڑھتا وہ اپنی موت آپ مرتا ہے اور جو شخص خودکشی کرتا ہے اسے کوئی دوسرا بچا نہیں سکتا۔

(الفضل یکم اپریل ۱۹۶۲ء)

مکرم ڈاکٹر قاضی محمد سعید صاحب آف جے پور کی وفات

افسوس کہ ڈاکٹر قاضی محمد سعید صاحب ابن ڈاکٹر قاضی محبوب عالم صاحب آف جے پور مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۶۲ء کو جے پور میں بعمر ۷۴ سال وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر قاضی محمد سعید صاحب پیدائشی احمدی تھے اور قاضی فیملی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم ڈاکٹر قاضی محبوب عالم صاحب محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے (کینٹب) کے بڑے بھائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور مخلص صحابی حضرت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب رضی اللہ عنہ آف امرتسر کے صاحبزادے تھے۔

مورخہ ۶ اپریل ۱۹۶۲ء کو نماز جمعہ کے بعد مسجد اقصیٰ قادیان میں ڈاکٹر قاضی محمد سعید صاحب کی نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔ مرحوم نے سات لڑکیاں اور چار لڑکے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام قرب سے نوازے۔ نیز مرحوم کی اولاد اور تمام دیگر متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماتے ہوئے دین و دنیا میں ان کا ہر طرح حافظ و ناصر اور معین و مددگار ہو۔ آمین۔

(ادارہ)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۳)

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ مدراس

امر چہارم ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بینظیر عشق و محبت

حضرات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے نظیر عشق و محبت کا تعلق تھا۔ آپ کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون میں اس کا ایک پُر زور جلوہ نظر آتا ہے۔

الہام الٰہی اللہ تعالیٰ نے آپ پر الہاماً فرمایا۔

کُلّ برکۃٍ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علّم وتعلّم (تذکرہ)

کہ آپ پر نازل ہونے والی جملہ برکات حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بابرکت اُستاد اور آپ حضور صلعم کے برکت والے شاگرد ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اس کا اقرار فرماتے ہیں۔ کہ ؎

(۱) دگر اُستاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمدؐ

(ب) سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے
اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
(در ثمین)

نیز فرمایا:-

(ج) "اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا۔ تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے۔ تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔"
(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

(د) مصطفےٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

درود شریف کی برکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت مبارک تھی کہ کثرت سے آنحضرت صلعم پر درود و سلام بھجواتے۔ چنانچہ درود شریف کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہ برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔" (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲)

عشق و محبت کا اظہار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت و عشق کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکان ندائے جمال محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است
(در ثمین)

یعنی میرے جان و دل آنحضرت صلعم کے حُسنِ خداداد پر قربان ہیں۔ اور میں آپ کے آل و عیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں۔ میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سُنا ہے کہ ہر کون و مکان میں محمد صلعم ہی کے جمال کی ندا آ رہی ہے۔ یہ علم و عرفان کا چشمہ جو میں مخلوق خدا کو دے رہا ہوں۔ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے روحانی کمال کے سمندر میں سے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
سر تا بپا و تن و تمن بسرا ئد بعشق او
از خود تہی و از غم آں دلستاں پُرم
جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفےٰ
اینست کام دل اگر آید میسرم
(ازالہ اوہام)

یعنی خدا کے بعد میں محمد صلعم کے عشق کی شراب سے متوالا ہو رہا ہوں۔ اور اگر یہ بات کفر میں داخل ہے۔ تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ میرے جسم کا تار و پود محمد صلعم کے عشق کے ترانے گاتا ہے۔ مجھے اپنی جان کا کوئی فکر نہیں۔ اور میں اپنے اس محبوب کے عشق و غم سے مخمور اور پُر ہوں۔ میرے دل کا واحد مقصد یہ ہے کہ میری جان محمد صلعم کے دین کے رستے میں قربان ہو جائے۔ خدا کرے کہ مجھے یہ مقصود حاصل ہو جائے۔

پادریوں کے الزامات و اعتراضات پر اظہارِ غم عیسائی پادری حضور کے زمانہ میں جس مخالفانہ انداز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر اعتراضات کرتے تھے۔ اور ناپاک الزامات کے ذریعہ مخلوقِ خدا کو دھوکا دے رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ اُن کی ان معاندانہ کارروائیوں کا ذکر ان درد انگیز الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"ما اٰذوا الرسول الکریم بھتاناتٍ واضلّوا خلقاً کثیراً بتلک الافتراء. وواللہ لو قتلت جمیع صبیانی واولادی واحفادی باعیُنی وقطّعت ایدی وارجلی واُخرجت الحدقۃ من عینی واُبعدت من کُلّ مرادی واٰملی واوْنی ما کان علیّ اشقّ من ذالک. ربّ انظر الینا والی ما اُبتلینا واغفر لنا ذنوبنا واعف عن معاصینا۔"
(مقدمہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۵)

کہ ان پادریوں نے رسول اکرم صلعم پر مختلف بہتان باندھے ہیں۔ اور مخلوق خدا کو ان افتراؤں سے گمراہ کیا ہے۔ ... خدا کی قسم اگر میرے تمام بچوں اور اولاد کو میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیا جائے اور میرے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹ دیا جائے اور میری آنکھوں کی پتلیاں کو نکال دیا جائے اور مجھے میری ہر مراد اور خواہش و ضرورت سے محروم کر دیا جائے۔ تو یہ امر میرے لئے قابل برداشت ہے۔ مگر میں توہین رسول کریم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اے خدا ہم پر نظر رحمت فرما اور دیکھ کہ ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ہمارے گناہوں کو بخش اور ہماری غلطیوں کو نظر انداز فرما دے۔"

حضور اس حالت میں اپنے جذبہ عشق کا کس والہانہ انداز میں اظہار فرماتے ہیں ؎

در رہِ عشق محمدؐ ایں سرو جانم رود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم
(توضیح مرام)

یعنی میری یہ تمنا، عزم اور دعا ہے کہ عشقِ محمد عربی صلعم میں میرا یہ سر اور میری یہ جان قربان ہو جائے۔

عشقِ محمدی کی ایک دلچسپ مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی یہ والہانہ محبت محض کا غذی یا نمائشی محبت نہ تھی۔ بلکہ آپ کے اقوال و اعمال میں اس کی زبردست جھلک نظر آتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔ کہ

"ایک دفعہ دوپہر کے وقت میں مسجد مبارک میں داخل ہوا۔ تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکیلے گنگناتے ہوئے حضرت حسان بن ثابت رضؓ کا یہ شعر (جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ہے۔ نقل) پڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ ٹہلتے بھی جاتے تھے ؎

کنتَ السوادَ لناظری فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنتُ احاذر

کہ تو میری آنکھوں کی پتلی تھا۔ پس تیری موت سے میری آنکھ اندھی ہو گئی۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے۔ مجھے پرواہ نہیں۔ کیونکہ مجھے تو صرف تیری ہی موت کا ڈر تھا۔ جو واقع ہو چکی ہے۔

میری آہٹ سُن کر حضرت صاحب نے چہرے پر سے رومال والا ہاتھ اُٹھا لیا۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔" (سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت صفحہ ۳۳)

جب آپ کے ایک مخلص رفیق نے آپ کو اس رقت کی حالت میں دیکھا۔ تو گھبرا کر پوچھا کہ حضرت! یہ کیا معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ نہیں۔ میں اس وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی۔ کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔"

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۹)

پس یہ واقعہ عشقِ محمدی میں آپ کے قلبی تاثرات کا آئینہ دار ہے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آلِ محمد وبارک وسلّم۔

آنحضرت صلعم کی خاطر غیرت کا اظہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت ارحم و رحیم القلب اور ملنسار تھے۔ اور ہر دوست و دشمن کو انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ ملتے تھے لیکن جب پنڈت لیکھرام نے آپ کے آقا اور محبوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بدزبانی سے کام لیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ تو آپ نے پنڈت صاحب

کہ سلام تک قبول کرنا پسند نہ کیا۔ چنانچہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

"ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام سفر میں تھے۔ اور لاہور کے اسٹیشن کے پاس ایک مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ اس وقت پنڈت لیکھرام حضور سے ملنے کے لئے آیا اور آکر سلام کیا مگر حضرت صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے اس خیال سے کہ شاید آپ نے سنا نہیں دوسری طرف سے ہو کر سلام کیا۔ مگر آپ نے پھر بھی توجہ نہ کی۔ اس کے بعد حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ حضور! پنڈت لیکھرام نے سلام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:-
"ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے"

(سیرۃ المہدی حصہ اول روایت ۲۸۱، سلسلہ احمدیہ ص ۲۴۷)

حضرات! بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ مگر اس سے عشق محمدی صلعم کے اس اتھاہ سمندر پر بہت روشنی پڑتی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں موجزن تھا۔ مگر اس واقعہ سے یہ خیال نہ کریں کہ حضورؑ کسی مخالف اسلام سے ملاقات نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ بہت سے غیر مسلموں کے ساتھ حضورؑ کے تعلقات تھے اور آپ ہمیشہ انہیں بڑی محبت اور اخلاق کے ساتھ ملتے تھے۔ لیکن جب پنڈت لیکھرام نے اسلام کی مخالفت کو انتہا تک پہنچا دیا۔ اور آنحضرت صلعم کے متعلق سخت بدزبانی سے کام لیا۔ تو آپ کی غیرت نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ ان حالات میں ایسے شخص کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھیں۔ خصوصاً جبکہ اب وہ آپ کے خلاف مباہلہ کے میدان میں آکر خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بننے والا تھا۔

مقام محمدی صلعم

حضرات! یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہم صدق دل سے اس بات پر یقین و ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار اور سرتاج اور خاتم النبیین ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے ایک خادم اور آپ کے فیض سے فیض یافتہ ہیں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے یہی تعلیم ہم کو دی ہے۔ اور انہیں عقائد کا اظہار اپنی کتب اور تقاریر میں فرمایا ہے۔ چنانچہ حضورؑ علیہ السلام واضح طور پر فرماتے ہیں:-

۱۔ "نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ"

(کشتی نوح ص ۱۳)

نیز فرمایا:-

۲۔ ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

۳۔ وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

۴۔ زندگی بخش جام احمد ہے
کیا پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے
باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلام احمد ہے

(درثمین)

اپنی بعثت کی غرض

حضرات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک تقریر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی شان اور اپنی بعثت کی غرض کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلعم۔ اس ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کرائے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو کچھ عذر بھی ہوتا۔ مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں۔ کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفےٰ صلعم ہیں۔ دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچی ہیں۔ اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے۔ نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ برکات ظہور میں آ رہے ہیں۔ غیب کے چشمے کھل رہے ہیں۔ پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکالے۔"

(دیکھو لیکچر زندہ رسول)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور ملفوظات سے یہ امر روشن اور نمایاں ہے کہ آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بے نظیر محبت اور بے مثال عشق تھا۔ اور آپ کو ملنے والی تمام روحانی برکات آنحضرت صلعم کا ہی روحانی فیضان تھا۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

امر پنجم:- قرآن مجید سے تعلق و عشق۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرآن مجید سے بھی ایک عشق کا تعلق تھا۔ حضورؑ کثرت سے اس کی تلاوت فرماتے اور اس کے مضامین پر غور فرمایا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے خاص فضل و کرم سے آپ پر اس کے حقائق و معارف کھول دئے تھے۔ چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اس برکت کو تحدی کے رنگ میں پیش فرماتے ہیں کہ

قرآنی حقائق و معارف

(۱) "جو دینی و قرآنی معارف حقائق اور اسرار مع لوازم بلاغت و فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا اگر ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کے لئے آوے۔ تو مجھے غالب پائے گی"

(ایام الصلح ص ۱۵۹)

(ب) نیز حضورؑ فرماتے ہیں کہ
"میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور قرعہ فال قرآن شریف کھولا جائے اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں ان کی تفسیر وہ بھی عربی میں لکھیں اور میں بھی لکھوں پھر اگر میں حقائق و معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں"

چنانچہ آپ نے "اعجاز المسیح" میں عربی زبان میں سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی اور مخالفین کو پانچسو روپیہ کا انعامی چیلنج دیا کہ مدت مقررہ میں اس کا جواب لکھو۔ اور ساتھ ہی پیشگوئی بھی فرما دی۔ کہ ایسا کوئی نہیں کر سکے گا۔ اور عملاً کوئی بھی مقابل پر تفسیر نہ لکھ سکا۔ اور یہ امر آپ کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔

نجات یافتہ کون ہے؟

قرآن مجید کے مطالعہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس قدر شغف تھا۔ کہ گویا وہ آپ کی زندگی کا واحد سہارا ہے جس کے بغیر جینا ممکن نہیں۔ اور قرآن مجید کی محبت کا یہ عالم تھا۔ ایک جگہ خدا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(درثمین)

حضور نے واشگاف الفاظ میں اپنی جماعت کو یہ تعلیم دی۔ کہ

"نجات یافتہ کون ہے؟ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے"

(کشتی نوح ص ۱۳)

قرآن مجید کا حسن و جمال

قرآن مجید کے حسن و جمال کے بارہ میں اپنے منظوم کلام میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

(۱) جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

(ب) کہتے ہیں حسن یوسف دلکش بہت تھا لیکن
خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے
یوسف تو سن چکے ہو اک چاہ میں گرا تھا
یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے

نیز فرمایا:-

(ج) از نور پاک قرآں صبح صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ
این روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد
وین دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

(… ص ۱۱)

گیمبیا (مغربی افریقہ) میں احمدی مبلغین کی مساعی

(بقیہ صفحہ اول)

اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا آپ کے کسی شاگرد یا شاگردوں کی بنائی ہوئی یہ کتاب نہیں!

ہر چہار لیکچرز خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھے ہو گئے اور طلبہ کی دلچسپی اپنے مذہب کے متعلق زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لئے بڑھ گئی۔ اور ہر لیکچر کے اختتام پر یہاں تمام طلباء اپنے رواج کے مطابق تالیاں بجا کر شکریہ ادا کرتے رہے وہاں سیکرٹری صاحب طلباء اور پروفیسر صاحب دینیات بھی شکریہ کا اظہار کرتے رہے۔ علاوہ ازیں اپنا لٹریچر بھی اختتام لیکچر کے بعد مفت تقسیم کیا جاتا رہا۔ فالحمد للہ رب العالمین

شارع عام پر لیکچرز

بارشوں کے ختم ہو جانے اور موسم کے کچھ معتدل ہونے پر باتھرسٹ اور اس کے گرد و نواح میں پبلک سٹریٹ لیکچرز کا بھی سلسلہ شروع کیا گیا۔ چنانچہ دو لیکچر قصبہ باکاؤ میں جو باتھرسٹ سے سات میل دور واقعہ ہے دیئے گئے۔ ایک لیکچر سیرا کنڈا میں اور ایک لیکچر باتھرسٹ شہر کے ایک شارع عام پر دیا گیا۔

ہر لیکچر کا وقت عموماً تین گھنٹے تھا جس میں خاکسار کے علاوہ ہمارے لوکل مبلغ الشیخ ابراہیم جکنی صاحب برادرم کیٹا صاحب وائس پریذیڈنٹ اور برادرم لامین انجائے صاحب سیکرٹری تبلیغ بھی حصہ لیتے رہے اور اپنی اپنی زبانوں (منڈنگو اور وولف) میں تقاریر کرتے رہے۔ اور خاکسار کے لیکچروں کا ترجمہ بھی جکنی صاحب منڈنگو میں برادرم علی با صاحب وولف میں کرتے رہے۔ جزاہم اللہ جمیعاً احسن الجزاء

ہر لیکچر میں لاؤڈ سپیکر بھی استعمال کیا جاتا رہا اس طرح اپنی آواز دور دور تک پہنچائی جاتی رہی اور سب خورد و کلاں اور خاص و عام انہیں سنتے رہے۔ بل باکاؤ کا شوق خدا تعالیٰ کے فضل سے اس قدر بڑھا کہ پہلے لیکچر کے بعد ہی انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہر ہفتہ ہی ہمارے قصبہ میں لیکچر دیا کریں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے باکاؤ میں بھی ہماری ایک مضبوط جماعت اس عرصہ میں پیدا ہو چکی ہے۔

متفرق امور

عید جمعہ میں ہمارا عرب مدرسہ بھی جاری رہا اور احباب جماعت مالی لحاظ سے بھی اپنا فرض حتی الوسع ادا کرتے رہے۔ ایک احمدی بھائی کی خاص درخواست پر ان کی ایک عزیزہ کا نکاح بھی صحیح اسلامی دستور کے مطابق میں نے پڑھا۔ افریقہ کی یہ بھی ایک متعدی بیماری ہے کہ یہاں نکاح دیرپا نہیں ہوتا۔ عورتیں جلد جلد خاوند اور مرد جلد جلد بیویاں بدلتے رہتے ہیں اور یہ صرف جہالت ہی معمولی غیر قابل ذکر امور کی بناء پر طلاق دیدینے یا بغیر تکلیف طلاق حاصل کر لینے کی خرابی کی وجہ سے ہے۔ اسی لئے شارع اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان ابغض الحلال عند اللّٰہ الطلاق ؛

برادرم لامین انجائے صاحب جو کہ یہاں سب سے پہلے احمدی اور سیکرٹری تبلیغ ہیں کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے حضور ...(غلام احمد) رکھا۔ اس سے پہلے ایک بچہ کا نام انہوں نے برادرم مولوی نور محمد صاحب کے نام پر نسیم رکھا ہوا ہے۔ میٹنگ کمیٹی جماعت احمدیہ گیمبیا کی چند میٹنگوں میں شرکت کی۔

مدرسہ احمدیہ کے لئے باتھرسٹ میں جو قطعہ ابتدائی طور پر منظور ہوا تھا وہ مناسب نہ پایا گیا کیونکہ اس میں صرف مدرسہ ہی تعمیر ہو سکتا تھا۔ اور زمین نشیب میں واقع تھی جس کو ہموار کرنے کے لئے ایک بڑی رقم کی ضرورت پڑتی تھی۔ اس لئے ہیلتھ صاحب سرویئر ڈیپارٹمنٹ گیمبیا (برادرم بوبکر جبّہ ہماری جماعت کے پہلے پریذیڈنٹ صاحب) نے ہمارے لئے اور ایک موزوں قطعہ تلاش کیا جس میں احمدیہ مسجد، احمدیہ مشن اور مدرسہ تینوں تعمیر ہو سکتے ہیں اس لئے ان کے مشورہ اور میٹنگ کمیٹی کے متفقہ فیصلہ کے مطابق پہلے قطعہ کو اس قطعہ کے ساتھ تبدیل کر دینے کی درخواست حکومت کو دے دی گئی ہے اور کمشنر اراضی سرکار نے وعدہ کیا ہے کہ انشاء اللہ پانچ چھ ماہ کے اندر اندر یہ قطعہ باضابطہ طور پر جماعت احمدیہ کو دیدینے کی کوشش کریں گے۔

سیرا کنڈا میں احمدیہ مشن اور احمدیہ سکول کے لئے زمین کے ایک قطعہ کے متعلق جو درخواست دے رکھی ہے وہ بھی تاحال زیر غور ہے۔

لو سا کیمپ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری ان حقیر کوششوں میں برکت ڈالی اور امسال سدماہی میں اڑھائی سو کے قریب نفوس کی زیادتی جماعت کی تعداد میں ہوئی۔ جن میں سے اکثر عاقل و بالغ چندہ دہندگان ہیں اور زیادہ تر دیہات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت عطا فرمائے۔ اور ان تمام روحانی و جسمانی برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے جو اس زمانہ میں اسلام و احمدیت کے ساتھ حسن نیت کے ساتھ منسلک ہونے میں وابستہ ہیں۔

آمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

مکرم دفعدار محمد عبد اللہ صاحب درویش وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

قادیان ۴ اپریل۔ افسوس قادیان کے ایک مخلص درویش مکرم دفعدار محمد عبد اللہ صاحب تین ماہ کی بیماری کے بعد کل بروز جمعہ بوقت چھ بجے شام وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ربوہ تشریف لے گئے تھے اور وہاں جا کر زیادہ بیمار ہو گئے۔ فضل عمر ہسپتال میں داخل ہو کر ہر ممکن علاج معالجہ کیا گیا لیکن بیماری اور تکلیف میں کوئی خاطر خواہ افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر میو ہسپتال لاہور میں داخل کئے گئے۔ لاہور اور ربوہ دونوں جگہ آپ کے بیٹوں نے خوب خدمت کی۔ کمر سے نیچے کا حصہ مفلوج ہو کر تقریباً بے حس ہو گیا تھا۔ پیشاب میں کینسر کی تکلیف شدت اختیار کر گئی اس جگہ کے علاج سے بھی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ آخر آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے بیٹوں نے مورخہ ۲۶ مارچ کو لاہور سے قادیان بھجوا دینے کا انتظام کیا۔ قادیان بذریعہ تار آپ کی آمد کی اطلاع ملنے پر بارڈر پر آدمی کار لے کر پہنچ گئے۔ کار ہی میں لٹا کر آپ کو قادیان لایا گیا۔ قادیان پہنچ جانے پر آپ کے دل کو بہت تسکین ہوئی۔ باوجودیکہ بیماری نہایت درجہ تکلیف دہ تھی۔ آپ نے بہت صبر سے کام لیا۔ اور طبیعت حسب عادت آخر وقت تک شگفتہ رہی۔ درویشان قادیان نے بھی خدمت بجا لانے میں حق ادا کر دیا۔ رات دن آپ کے پاس خدمت کے لئے آدمی موجود رہا اور اپنی طرف سے آپ کو ہر قسم کا آرام پہنچانے کی کوشش جاری رہی اور مستقل طور پر علاج معالجہ بھی کیا جاتا رہا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور کل جمعہ کے روز چھ بجے کے قریب سلسلہ کا یہ نہایت مخلص اور ایک مستعد کارکن اور ہمارا درویش بھائی ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

چونکہ مرحوم موصی تھے اس لئے مقبرہ بہشتی میں آپ کی آخری آرام گاہ قرار پائی۔ تجہیز و تکفین کے بعد بوقت ۹ بجے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ قائم مقام امیر جماعت احمدیہ قادیان کے حکم سے خاکسار راقم الحروف محمد حفیظ بقاپوری نے جملہ درویشان کرام کی بھاری تعداد سمیت مہمان خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بعدہٗ مقبرہ بہشتی میں سپرد خاک کیا گیا۔ اعلی اللّٰہ فی الجنۃ منزلہٗ۔

آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔ زمانہ درویشی میں اپنی بے لوث خدمات اور درویشانہ کے دلوں میں گہری محبت کے علاوہ آپ نے تین مخلص بیٹے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ مولوی عبد الحق صاحب فاضل مربی سلسلہ لیکچرار پاکستان اور عبد الرشید صاحب کارکن دفتر صدر انجمن احمدیہ ربوہ) اور مرزا عبد الغنی صاحب۔ ادارہ بدر آپ کے تینوں بیٹوں اور دیگر جملہ متعلقین سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور آپ کی اولاد کو آپ کی طرح مخلص اور خادم دین بنائے اور مرحوم کو اپنے قرب خاص میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہم سب کو ان کے نیک اعمال میں سچا جانشین بنائے۔ آمین۔

زکوٰۃ

(۱) زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم اور بنیادی رکن ہے۔

(۲) ہر صاحب نصاب پر اس کی ادائیگی فرض ہے۔

(۳) کوئی دوسرا چندہ "زکوٰۃ" کا قائم مقام نہیں کیا جا سکتا

(۴) "زکوٰۃ" مومنوں کے مال کو پاک کرتی ہے۔

(۵) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد کی رو سے زکوٰۃ کا تمام ... آنا چاہیئیں۔

ناظر بیت المال قادیان

یوم مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک تقریب میں

مختلف مقامات پر ایمان افروز کامیاب جلسے

بنگلور

۲۲ مارچ ۱۹۶۴ء صبح ساڑھے نو بجے زیر صدارت الحاج بی ایم عبدالرحیم صاحب جلسہ کا آغاز محمد اسد اللہ صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ نثار احمد صاحب نے نظم پڑھی۔ سیکرٹری تبلیغ نے جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے حکم پاکر آج ہی کے دن جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اور پہلی بیعت لی۔ بعدہٗ مکرم بی۔ ایم نثار احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی حالات اور شجرہ نسب سے احباب کو واقف کروایا۔ محمد اسعد اللہ صاحب نے الفضل سے ایک مضمون پڑھا۔ بعدہٗ ایم خلیل احمد صاحب نے قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات سنائے۔ محمد عنایت اللہ صاحب نسیم نے احمدیت پر عبدالسبحان صاحب وانمباڑی کے اعتراضات کے جواب میں ایک خط مرتب فرمایا ہے۔ دوستوں کو وہی خط سنایا گیا۔ جس میں اجرائے نبوت، وفات مسیحؑ، صداقت مسیح موعودؑ اور باغیان خلافت کے بارہ میں مدلل رنگ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس پُر از معلومات خط کو احباب نے بہت پسند کیا۔ بعدہٗ مکرم و محترم بی ایم بشیر احمد صاحب نے انبیاء کی بعثت کی غرض پر ایک مدلل تقریر فرمائی۔ جس میں بعض انبیاء کے مختصر حالات اور اُن کے زمانہ کے حالات سے ضرورت انبیاء کو پیش فرمایا۔ ڈاکٹر مولوی محمد امام صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق قرآن و حدیث کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا ثابت فرمایا اور واضح کیا کہ کسر صلیب سے مراد لکڑی اور دیگر اشیاء سے بنی ہوئی صلیبوں کو توڑنا نہیں بلکہ دلائل اور براہین سے صلیبی عقائد کو توڑنا مراد ہے۔ اور بتایا کہ آج روئے زمین پر کوئی عیسائی عالم احمدی مبلغین سے گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کرتا یہ محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل کی طاقت کا نتیجہ ہے۔ جو آپ نے خدا تعالیٰ سے علم پاکر صلیبی عقیدہ کا بطلان ثابت کرنے کے لئے پیش کئے۔

محمد ظفر اللہ صاحب نے ایک منظوم پڑھا۔ آخر میں مرزا عبدالرحمٰن بیگ نے صداقت مسیح موعودؑ کے موضوع پر اپنی تقریر میں تمام مذاہب کے عقیدہ کی رو سے مامور کی ضرورت ثابت کی۔ قرآنی معیار کے مطابق جھوٹے اور سچے نبی کی پہچان بتاتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے اس چیلنج کو پیش کیا کہ میں نے ایک لمبا عرصہ تم میں گذارا ہے۔ تم کوئی عیب جھوٹ افتراء یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲) پھر آپ کی تعلیمات، تائید الٰہی، آپ کے صحابہ کی روحانی کیفیت اور اطاعت امام کے واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

صاحب صدر نے احباب کا بہت دعا کی اور جلسہ برخواست ہوا۔ احباب جماعت کے علاوہ غیر احمدی دوست بھی شریک جلسہ رہے اور توجہ سے تقاریر سنتی گئیں۔ خدا تعالیٰ ہماری حقیر مساعی کو قبول فرمائے اور اس کے بہتر نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار
مرزا عبدالرحمٰن بیگ سیکرٹری دعوت و تبلیغ جماعت احمدیہ بنگلور

یادگیر

آج کل کاروباری مصروفیات کی وجہ سے اکثر احباب جماعت مستقر سے باہر ہیں۔ لہٰذا جلسہ یوم مسیح موعودؑ ۲۳ مارچ کی بجائے ۲۷ مارچ منعقد کیا گیا۔ یہ جلسہ مسجد احمدیہ کے صحن میں بعد نماز مغرب زیر صدارت محترم مولوی حکیم محمد دین صاحب انچارج مبلغ میسور اسٹیٹ ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد سب سے پہلے خاکسار نے جلسہ کی غرض و غایت کے بارے میں ایک مقالہ پڑھ کر سنایا۔ اور مقالہ ختم ہونے پر حجاج کرام کی طرف سے آیا ہوا ایک مکتوب سنایا۔ جس میں انہوں نے سفر حج کے واقعات مکہ مکرمہ میں درود اور عمرہ کرنے اور متضرعانہ دعاؤں کی توفیق پانے نیز چند یوم کے لئے مدینہ منورہ جانے کا ذکر تھا۔ اور احباب جماعت سے اس امر پر تکمیل حج کی توفیق ملنے کی دعا کی درخواست بھی کی تھی۔

اس کے بعد دوسری تقریر مولوی نذیر احمد صاحب نے کی۔ آپ نے آیت استخلاف سے استدلال کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو از روئے قرآن ثابت کیا۔ تیسری تقریر مکرم مولوی فیض احمد صاحب مبلغ سلسلہ کی تھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کو قرآنی معیار کے مطابق بتایا اور کہا کہ آپ کی پیشگوئیاں نہایت شان و شوکت کے ساتھ بعض آپ کی زندگی میں پوری ہوئی اور بعض آپ کی وفات کے بعد آج کے دن تک پوری ہو رہی ہیں۔ اور ان کے علاوہ ان پیشگوئیوں کا بھی ذکر کیا جو آئندہ زمانے میں پوری ہوں گی۔ آپ نے اس امر کی وضاحت فرمائی کہ یہ کوئی ضروری امر نہیں کہ ساری کی ساری پیشگوئیاں نبی کی زندگی میں ہی پوری ہو جائیں گی۔ پیشگوئیوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے اور وعدہ اور وعید کا بھی فرق بتایا۔ آپ کی تقریر کے بعد چوتھی تقریر مکرم سیٹھ محمد عبداللطیف صاحب کی تھی۔ مکرم سیٹھ صاحب موصوف نے بڑے عمدہ طور پر حضورؑ کے دعویٰ کی غرض و غایت اور حضورؑ کے کارناموں پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور حضرت مسیح موعودؑ کے بے شمار کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی صداقت کو آفتاب آمد دلیل آفتاب کے طور پر ثابت فرمایا۔

آخر پر صدر محترم نے اپنی صدارتی تقریر میں بعض غلط فہمیوں کا جو مخالفین سلسلہ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پھیلائی جاتی ہیں کا ازالہ کیا اور حضور کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بے مثال عشق کے بارے میں آپ کی تحریرات اور آپ کے منظوم کلام سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اُمتی نبی کے مقام پر فائز فرما کر ایسی بے نظیر خدمت دین کی توفیق بخشی ہے کہ اس شان کے انسان کو معاندین سلسلہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن قرار دیں تو خدمت اسلام کرنے والے وجود کا نام پیش کریں۔ لیکن نہ آج تک کوئی پیش کر سکا ہے اور نہ آئندہ کر سکے گا یہ سعادت خاص خدا تعالیٰ کی جناب سے آپ ہی کے حصہ میں آئی ہے۔

تقریری پروگرام ختم ہوتے ہی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے موعود اور شاندار عہد خلافت کی کامیابی و کامرانی کے پچاس سال گذرنے اور اکاونویں سال کا آغاز ہونے کی خوشی میں حاضرین جلسہ کی شیرینی سے تواضع کی گئی اور صدقہ کے طور پر ۲۵/- روپیہ مرکز میں ادا کئے گئے۔ اور باقی رقم مقامی غرباء میں تقسیم کی گئی۔

خاکسار
بشیر الدین احمد قائد مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر

درخواستہائے دُعا

(۱) مکرم سید غلام مہدی مبلغ جماعت احمدیہ موسے بنی مائینز ان دنوں سخت بیمار ہیں۔ بزرگان سلسلہ و احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت و تندرستی اور کامل شفاء عطا فرمائے۔ اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۲) صوبہ بہار میں موجودہ فسادات کی وجہ سے پریشانی بہت بڑھ رہی ہے۔ احباب کرام صوبہ بہار اور بالخصوص جمشید پور کے احمدی احباب کی جانی مالی حفاظت کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار:۔
عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ مقیم مظفر پور بہار

(۳) میرے بڑے بھائی مکرم مستری عطاء اللہ صاحب آف دوبئی کے کاروبار میں ترقی اور خانگی حالات کے درست ہو جانے کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار
مستری منظور احمد درویش قادیان

درخواست دعا

خاکسار کے بڑے لڑکے ملک رشید الدین صاحب مقیم (اوکاڑہ منٹگمری) کے ہاں اللہ تعالیٰ نے ۲۱ مارچ کو بیٹا عطا کیا ہے۔ جو خاکسار کا پہلا پوتا ہے۔ ازراہِ کرم سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے عزیز کا نام رفیع الدین تجویز فرمایا ہے۔ بچے کی والدہ حضرت حافظ حامد علی صاحب مرحوم صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی ہے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار ملک صلاح الدین ایم۔ اے قادیان

ملاقات

حسنُ الامین

انٹرویو۔ الطاف حسین قریشی

غالباً دسمبر کی تیرہ تاریخ تھی، مجھے پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ سے دعوت نامہ موصول ہوا کہ الطاف گوہر صاحب (سیکرٹری اطلاعات) ۱۵ دسمبر کو لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ شام کے پانچ بجے چائے کا انتظام کیا گیا ہے آپ بھی تشریف لائیے۔ یہ دعوت نامہ میرے لئے کچھ نیا سا تھا۔ پریس انفارمیشن کی نظر میں ماہناموں کے ایڈیٹر، ایڈیٹر ہی نہیں ہوتے یعنی کسی کام کے۔ کم نہیں ہوتے خواہ ان کی اشاعت روزناموں سے بھی زیادہ ہو۔ اور پھر یہ کہ میں "محفل" کا آدمی بھی نہیں ہوں۔ تو آخر کیا سوچ کر پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ نے مجھے چائے پر مدعو کر لیا۔ اتفاق سے اسی روز پونے پانچ بجے مجھے کہیں اور جانا تھا، سوچنے لگا کدھر جاؤں۔ ذہن میں چپکے سے ایک خیال آیا کہ الطاف گوہر صاحب تو اول سے کھیلتے رہے ہیں ایک فقیر ان سے مل کر کیا کرے گا ـــــ فقیر بھی وہ جسے نہ مانگنا آئے اور نہ کچھ لینا آئے۔ اسی جذبے کے تحت میں پریس انفارمیشن کی بجائے دوسری طرف نکل کھڑا ہوا۔ وہاں دس منٹ کا کام تھا، لیکن آدھ گھنٹہ لگ گیا۔ ہمارے ہاں ایسا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ واپسی پر سوچا کہ چلو زندگی کا دوسرا رخ بھی دیکھ آئیں شاید وہاں دلچسپی کا سامان مل جائے۔

شام ڈھل چکی تھی ہال میں ارباب نظم و دانش محو گفتگو تھے۔ ان کی باتوں نے فضا میں خنکی تحلیل کر دی تھی۔ شاید اس لئے کہ اب وہ ٹھنڈے دماغ سے سوچنے لگے ہیں۔ الطاف گوہر صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی، وہ جلد ہی بے تکلف ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ہم جیسے ہیں ـــــ مجھے ان کے سامنے جھجک سی تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ باتیں کرنا ایک آرٹ ہے۔ اور چونکہ مجھے یہ آرٹ نہیں آتا، اس لئے میں یوں ہی چپ چاپ الطاف گوہر صاحب کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کرتا رہا۔ میں یہ احساس لے کر اٹھا کہ بیوروکریسی نے ان کی شخصیت کو ڈھانپ نہیں لیا ہے۔

بساط محفل سمٹ گئی۔ لوگ منتشر ہونے لگے۔ اتنے میں کسی نے مجھے [illegible] پکارا، میں ان کی طرف بڑھا وہ میرے لئے اجنبی تھے۔ لیکن یہ اجنبیت خنک شام کی طرح خوشگوار تھی۔ ملنے پر معلوم ہوا کہ یہ موسوی صاحب ہیں۔ موسوی صاحب نے میرا تعارف ایک غیر ملکی مسلمان سے کروایا۔ اُن کا نام حسن الامین ہے، یہ لبنان سے تشریف لائے ہیں۔ وہاں جج کے منصب پر فائز تھے۔ آجکل وہ ملت کے خارزار میں چل رہے ہیں۔ اُن کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ وہ ہم سے باتیں کئے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ دانے گرا رہے تھے۔ یہ بات کچھ عجیب سی لگی۔ لیکن میں احتراماً خاموش رہا۔ حسن الامین صاحب کی آنکھوں میں بلا کی معصومیت تھی۔ چہرے پر زہادت کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ عربی زبان اتنے رسیلے لہجے میں بول رہے تھے کہ بار بار سننے کو جی چاہتا تھا۔ خیال آیا کہ ان سے تفصیلی گفتگو کی جائے۔ یہ خیال التجا میں ڈھل گیا۔ حسن الامین صاحب نے ۱۸ دسمبر کو نو بجے کا وقت دیا۔ میں مقررہ وقت پر انڈس ہوٹل پہنچا لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اسٹرانگ گڈ نے دن دہاڑے اُن [illegible] پر شبخون مارا ہے۔ میں تلملا کر رہ گیا۔ کہتے ظلم ہی ہوگا! میرے پاس صرف وقت کی پونجی ہے، اسے لوگوں کی نگاہوں سے بچانے کے لئے چھپتا پھرتا ہوں۔ مگر وہ بھی لوٹ لی جاتی ہے۔ اس وقت مجھے اپنی ناداری کا شدت سے احساس ہونے لگتا ہے۔

اگلی صبح آٹھ بجے کا وقت مقرر ہوا۔ دار لنگان عشق کشاں کشاں منزل کی طرف بڑھے۔ حسن الامین صاحب نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ ان کے ہاتھ میں وہی تسبیح تھی۔ ہمارے ترجمان ظفیاء الحسن موسوی صاحب ابھی تک "باقاعدہ تیار" نہیں ہوئے تھے۔ میں نے اور ظفر اللہ خاں صاحب نے حسن الامین صاحب سے ٹوٹی پھوٹی عربی میں باتیں شروع کر دیں۔ میں نے سب سے پہلے ان سے پوچھا۔

"آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں؟"

"کچھ نہیں پڑھتا، یہ تو صرف علامت ہے اسبات کی کہ میں مسلمان ہوں۔"

یہ چھوٹا سا جملہ نشتر کا کام کر گیا۔ میرے ذہن میں وہ تمام علامتیں اُبھر نے لگیں جنہیں کبھی اسلامی تہذیب کے لئے ناگزیر سمجھا جاتا تھا۔ ہم نے ایک ایک علامت کو خیر باد کہا اور جس رفتار سے ہماری دینی حمیت تہذیبی انفرادیت اور فکری مرکزیت راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ اور راکھ کا یہ ڈھیر منتشر ہوا چاہتا ہے۔ اہل ستم اس ڈھیر کو کرید رہے ہیں کہ کہیں اس میں زندگی کی چنگاری نہ چھپی ہوئی ہو۔

اتنے میں ظفیاء الحسن صاحب تشریف لے آئے [illegible] سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہم نے یہ مناسب جانا کہ پہلے حسن الامین کی زندگی کے حالات معلوم کر لئے جائیں۔ میرے سوال پر انہوں نے اختصار سے زندگی کے دلچسپ حالات [illegible] شروع کئے۔

۱۹۱۰ء میں بمقام دمشق پیدا ہوا۔ والد صاحب سے، جن کا اسم گرامی علامہ محسن الامین ہے، میں نے علوم اسلامیہ درساً درساً پڑھے۔ والد محترم ایک متبحر عالم اور مصنف تھے۔ انہوں نے "الاعیان الشیعہ" کے نام سے ایک انسائیکلوپیڈیا تیار کیا۔ ابھی میں طالب علم ہی تھا کہ فرانسیسیوں کے خلاف آزادی کی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے اس تحریک میں حصہ لیا اور اسی وقت سے آزاد فضا میں سانس لینے کی آرزو مجھے انگاروں پر لوٹاتی رہی۔ آخر فرانسیسی استعماریت کے قلعے میں شگاف پڑ گئے اور جذبۂ آزادی کا تند و تیز طوفان اس بوسیدہ قلعے کو بہا لے گیا۔

میں نے تعلیم کو منقطع نہیں ہونے دیا۔ قانون کا مطالعہ کیا مجھے جج کے منصب سے سرفراز کیا گیا۔ لیکن جب دو تین سال کے تجربات نے یہ ثابت کر دیا کہ اس منصب کی نزاکتوں کا ساتھ دینا بے حد مشکل ہے تو میں نے استعفیٰ دیدیا۔ آجکل وکالت کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں"

ماضی کو حال میں مدغم کرنے کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے ان کی نظروں کی گہرائی میں جھانکتے ہوئے ایک اور سوال کیا۔

"آپ نے اپنے ملک کے علاوہ اور کون کون سے ملک دیکھے ہیں؟"

"میں نے یورپ کا بہت بڑا حصہ دیکھا ہے بالخصوص فرانس کے گرد و نواح میں برسوں گھومتا رہا ہوں۔ جنوبی امریکہ کے علاقوں کی سیاحت کی ہے۔ اسلامی ممالک کی سرزمینوں سے کئی بار گزرا ہوں۔ وہاں سے گزرتے ہوئے کبھی آنکھوں سے خون کے آنسو ڈھلک گئے ہیں، اور کبھی روح کو تازگی مل گئی ہے!"

ان کے آخری الفاظ سے جذبات کا رس ٹپک رہا تھا۔ اگرچہ انہیں جذبات کی طغیانیوں کو چھپانے کا فن آتا ہے لیکن ان کا بھرا ہوا لہجہ اندر کے مدوجزر کو چھپا نہ سکا۔ میں نے اسی مدوجزر میں بہتے ہوئے ان سے پوچھا۔

"آپ مسلمانوں کی سرزمین میں بھی رہے ہیں اور یورپ کی سرزمین میں بھی۔ آپ نے ان دونوں سرزمینوں میں سے کس کو زیادہ [illegible]؟ مثلاً [illegible] پایا ہے؟"

حسن الامین صاحب اچھی طرح [illegible] کے لئے سوچنے لگے۔ اور پھر تازگی زبان کی آبی [illegible] ان کے [illegible] انہوں نے [illegible] کیا۔

"ان دونوں سرزمینوں کے اخلاق کا مقابلہ کیونکر کیا جا سکتا ہے جبکہ دونوں کے اخلاقی معیار، ضوابط اور اقدار ایک دوسرے سے بنیادی طور پر مختلف ہیں۔ اسی ایک حقیقت کا تجزیہ کیجئے، تو آپ میرے اس خیال سے متفق ہو جائیں گے۔ یورپ میں، خاص طور پر فرانس میں، ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کے متعلق عام تاثر یہی ہوتا ہے کہ وہ پاکدامن نہیں ہے۔ اور اگر کوئی لڑکی پاکدامن نکل آتی ہے تو اس پر تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف مسلمان معاشرے میں ان تمام اخلاقی برائیوں کے باوجود جو اس میں جڑ پکڑ گئی ہیں۔ اب بھی یہی کیفیت ہے کہ اس کی عورتیں پاکدامن اور عفت مآب ہیں اور اگر کوئی عورت بدچلنی کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ تو پورا معاشرہ نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ میں نے آپ کے سامنے صرف ایک حقیقت بیان کی ہے۔ ایسی حقیقتیں اور بہت سی ہیں۔ جب دونوں کے درمیان اخلاقی حسن و قبح کا یہ تفاوت ہو، تو پھر آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ان دونوں کو ایک پیمانے سے کیسے ناپا جا سکتا ہے۔

حسن الامین صاحب بلیغ انداز میں بہت کچھ کہہ گئے تھے۔ ایک طرف انہوں نے مغربی اقوام کی اخلاقی پستی اور لذت پرستی کا ایک جیتا جاگتا سا صحیح نقشہ کھینچ دیا اور دوسری طرف یہ اشارہ بھی کر گئے کہ اگر مسلمانوں نے مغربی طرز کی زندگی کو اپنایا، تو اُن کا انجام کیا ہوگا۔ مجھے اس وقت اپنے ایک دوست کا یہ فقرہ بار بار یاد آیا کہ اصل میں مسلمان تو یورپ کی اقوام ہیں، کیونکہ اخلاقی اعتبار سے ان میں اسلامی صفات پائی جاتی ہیں۔ میں سوچنے لگا کہ مغربی اقوام کو مسلمان کہنے والے اہل نظر اس بھیانک اور گھناؤنی حقیقت پر کیوں نظر نہیں رکھتے جس کا حسن الامین صاحب نے پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حسن الامین صاحب نے مجھ پر ایک بھرپور نظر ڈالی اور پھر تسبیح کے دانوں کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"قریشی صاحب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مغربی اقوام کے اخلاق کے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ ان کی دیانت اور حسن معاملگی کی داستان مشرق وسطیٰ کی در و دیوار سے پوچھئے۔ ان کی انسانیت دوستی کا جذبہ الجزائر کے ذرے ذرے سے پھوٹ رہا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی سرزمین ان کی خدا ترسی اور صداقت کی امانت دار ہے۔ مجھ سے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

ان کی آواز میں اب بھی استحکام تھا اور یہی استحکام مجھے سوال کرنے کی ہمت دیتا رہا۔ میں نے اسی موضوع پر ایک

اور سوال کیا۔
"عام معاملات زندگی میں مغربی اقوام کا اخلاق کیسا ہے؟"
حسن الامین صاحب نے بلا توقف کہا۔
"عام حالات زندگی میں وہ یقیناً مسلمانوں سے بہتر ہیں۔ تجارت میں، قرض کی ادائیگی میں، احساس ذمہ داری میں، وہ مسلمانوں سے سبقت لے گئے ہیں۔ جن جن مسلمان ملکوں میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا ہے ان میں ایک ہی طرح کی اخلاقی کمزوریاں محسوس کیں۔ بدنظمی اور بداخلاقی عام ہے۔ اُن سے مل کر یہ احساس نہیں ہوتا کہ آپ اچھے انسانوں سے ملے ہیں۔"
ان کے اس تاثر نے میرے ذہن میں ایک نہایت ہی خطرناک سوال کو جنم دیا۔
"آپ نے کبھی سوچا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ سارے مسلمان ممالک ایک ہی طرح کی اخلاقی خرابیوں میں مبتلا ہیں۔ کیا یہ اس حقیقت کی آئینہ داری نہیں کرتا کہ اسلام میں عمدہ اخلاقی زندگی ابھارنے کی صلاحیت نہیں رہی۔ اگر اس میں یہ صلاحیت ہوتی تو کسی خطے کے مسلمان اچھے اخلاق سے مزین ہوتے۔"
میرا یہ سوال ذہنی بم ثابت ہوا۔ اس کے پھٹتے ہی ذہنوں نے ایک جھٹکا محسوس کیا۔ لیکن حسن الامین صاحب کے چہرے پر کوئی تغیر رونما نہیں ہوا۔ ان کی آواز میں شفقت کی دھاریاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ تاہم ان کا انداز تکلم گہرا ہوتا چلا گیا۔
"مسلمان ممالک میں جو ہمہ گیر اخلاقی انحطاط نظر آتا ہے اس کا حقیقی سبب طویل دور غلامی ہے۔ بلاشبہ ہمیں زوال اسی وقت سے شروع ہوا جب ہم میں انسانی بنیادی اخلاق اس حد تک کمزور پڑ گئے کہ ہم میں خلافت کی صلاحیت نہیں رہی۔ اس حقیقت کے باوجود ہمارے اخلاق مغربی اقوام کے اخلاق سے بدرجہا بہتر تھے۔ فاتح اقوام اس حقیقت سے بخوبی واقف تھیں کہ اگر وہ مسلمانوں کو زیادہ دیر تک غلام رکھنا چاہتی ہیں تو انہیں مسلمانوں کی اخلاقی قوت کو توڑنا ہوگا۔ چنانچہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تمام مسلمان ممالک میں ایک ہی طرح کی بداخلاقیوں کے بیج بو دیئے گئے۔ نظام تعلیم کے ذریعے سے ہم میں سے ایک ایسی کھیپ تیار کی گئی جس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد پیٹ کے لئے ایندھن فراہم کرنا تھا۔ باضمیر اور خوددار انسانوں کے لئے زندگی کا دائرہ اتنا تنگ کر دیا گیا کہ ان کی زندگیاں موت سے زیادہ بدتر ہو کر رہ گئیں۔ اقتدار کی ذرا سی جھلک دکھا کر بے ضمیر اور خوشامد پسند ٹولے تیار کئے گئے۔ تاکہ انہیں حریت پسندوں کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کی اخلاقی قوت توڑنے میں بڑی حد تک کامیاب رہے۔

مگر اسلامی تہذیب، اتنی جاندار ثابت ہوئی کہ مغربی اقوام کی چیرہ دستیاں ان کے وحشیانہ مظالم، ان کے سیاسی داؤ پیچ مسلمانوں کی انفرادیت کو ختم نہ کر سکے۔ اگر اسلامی تہذیب کی جگہ کوئی اور تہذیب ہوتی تو وہ کبھی کی دفن ہو چکی ہوتی۔ یہ اسلام ہی کا معجزہ ہے کہ اس کے ماننے والے کئی صدیوں تک سلاسل و زنداں کے مراحل سے گزرتے رہے۔ لیکن ان کی اخلاقی حس زندہ رہی اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیاروں میں روشنی کی جدوجہد کرتے رہے۔ اور بالآخر ان کی جدوجہد کی حرارت نے سلاسل کو پگھلا کر رکھ دیا۔ آج بھی بیشمار خرابیوں کے باوجود مسلمانوں میں اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی زبردست خواہش موجود ہے۔"

حسن الامین صاحب نے میرے سوال کا جس ذہانت اور منطقی استدلال کے ساتھ جواب دیا۔ اس سے میں بے حد متاثر ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے یورپ کا آنکھیں کھول کر مشاہدہ کیا۔ اور جو کچھ دیکھا، اس سے مرعوب نہیں ہوئے۔ بلکہ اسے اپنے شعور کو جذب کرنے کی کوشش کی۔

اس موضوع سے ہٹ کر میں نے لبنان کے متعلق باتیں شروع کر دیں۔
حسن الامین شعر و سخن سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ اور اسی وابستگی نے ان سے "مشرق و مغرب کی گلیاں" تخلیق کروائی ہے۔ لیکن انہوں نے لبنان کے حسن کا تذکرہ نہیں کیا۔ وہ چاہتے تو یہ کہہ دیتے کہ لبنان اتنی حسین جگہ ہے کہ وہاں مشیت لڑکھڑانے لگتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انسانی حسن کو اتنے پہلوؤں سے عریاں دیکھا ہے کہ اب ان کے لئے حسن میں کوئی جاذبیت باقی نہیں رہی۔
لبنان کے متعلق باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔
"وہ ایک خوشحال ملک ہے تعلیم کا چرچا ہے۔ صرف بیروت میں چار یونیورسٹیاں ہیں۔ پندرہ لاکھ کی آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ عیسائی اگرچہ کثرت نہیں رکھتے ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ ہے۔"
وہاں کے عام لوگوں کا لباس کیسا ہے؟
میں نے لبنان کے معاشرتی حالات میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔
عام طور پر لوگ مغربی لباس پہنتے ہیں۔ البتہ علماء اور کچھ دیہات کے رہنے والے تو برملا اس کو پہننے سے کتراتے ہیں۔
وہاں کی عورتیں کونسا لباس پہنتی ہیں؟
"ہمارے ملک میں عورتیں نہیں ہیں۔"
میرا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا

میں نے دل ہی دل میں حسن الامین صاحب کا یہ جملہ دہرایا۔ "ہمارے ملک میں عورتیں نہیں ہیں۔" میرا ذہن بے شمار سوالات کے اژدہام میں گم تھا میں نے سوچا شاید مترجم نے ان کی بات کو صحیح نہ سمجھا ہو۔ میں نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔ اور انہوں نے پھر وہی جواب دیا۔ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے! ابھی میں کچھ اور سوچنے ہی لگا تھا کہ حسن الامین کے ہونٹوں میں جنبش پیدا ہوئی۔ میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔
"تمہیں میرے جواب پر اتنی حیرت کیوں ہوئی۔ ہم عربی زبان میں خاتون کو عورت اس لئے کہتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو چھپا کر رکھتی تھی۔ لیکن اب میرے ملک میں تمام کی تمام خواتین بے پردہ ہیں۔ میں انہیں عورتیں کیونکر کہہ سکتا ہوں۔ — کاش کہہ سکتا!"
حسن الامین صاحب نے خاصی دردناک کیفیت پیدا کر دی تھی۔ اس کیفیت میں دکھ اور غم کا عنصر زیادہ نمایاں تھا۔ اسی کیفیت کو جذب کرتے ہوئے میں نے سوال کیا۔
"آپ کے ملک میں بے پردگی کا رواج کب سے شروع ہوا؟"
"یہ ایک طویل داستان ہے۔ انہوں نے شدت احساس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔" فرانسیسیوں سے اختلاط کے بعد سے شروع ہوا۔ بے پردگی نے مختلف مراحل آہستہ آہستہ طے کئے۔ سب سے پہلے یہ بات سننے میں آئی کہ چہرے اور ہاتھ کا پردہ ضروری نہیں۔ اس خیال کے جڑ پکڑنے سے اونچے طبقے کی خواتین کھلے چہروں گھر سے باہر نکلنے لگیں۔ نقاب اٹھ گیا۔ اس نقاب کے اٹھ جانے کے بعد وہ چادر بھی غائب ہو گئی جس سے خواتین اپنا جسم چھپایا کرتی تھیں۔ پھر سروں پر رومال باندھنے کا رواج چلا۔ اور پھر آہستہ آہستہ یہ سب کچھ ماضی کے دھندلکوں میں گم ہو گیا۔ آج ہماری نئی نسل جس طرف جا رہی ہے۔ اس کے انجام کا تصور کر کے میں اکثر کانپ اٹھتا ہوں۔"
"کدھر جا رہی ہے آپ کی نئی نسل؟"
میں نے تصویر غم بنتے ہوئے پوچھا۔
"جنسی اختلاط جس تیزی سے بڑھ رہا ہے اس کے پیش نظر یہ اندازہ لگا لینا کچھ مشکل نہیں کہ اگر پوری قوت سے اس رجحان کو نہ روکا گیا تو پاکدامن اور عفت مآب خواتین کا حاصل کرنا ناممکن ہو جائے گا۔"
وہ ایک لمحے کے لئے رکے ان کی آنکھوں سے اعتماد کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں
"بس یہ آخری مرحلہ باقی ہے۔ دیکھئے کس کی جیت ہوتی ہے اور کس کی ہار۔"
"حسن الامین صاحب آپ نے اس وقت سے جدوجہد کیوں نہ کی، جب بے پردگی کا آغاز ہوا تھا؟"
"علماء نے جدوجہد تو اسی وقت کی تھی

لیکن ان کی کوششیں مؤثر ثابت نہیں ہوئیں۔ بے حیائی کا سیلاب جس قوت سے امڈ رہا تھا اس کے آگے علماء مضبوط بند نہ باندھ سکے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس وقت علماء کی مخالفت کی تھی اور بے پردگی کے حق میں بڑی جانفشانی سے کام کیا تھا۔ آج وہ تو خود بے حیائی کے شرمناک نتائج سے بری طرح خائف ہیں۔ لیکن وہ اب اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہے ہیں۔ اب ان کے لئے بھی دھارے کا رخ موڑنا مشکل ہو گیا ہے۔"
حسن الامین صاحب اگرچہ اپنے ملک کی تصویر کھینچ رہے تھے لیکن مجھے اس تصویر میں بڑی حد تک اپنے ملک کی شباہت نظر آ رہی تھی۔ میں اس تصویر کو دیکھ کر سہم گیا۔ انداز نقوش تقریباً ایک جیسے تھے کیا ہم بھی اپنے ملک میں فرانس اور لبنان کی وہی داستان دہرانے چلے ہیں۔ تیور تو کچھ ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ عین اسی وقت مجھے وہ ملاقات یاد آ گئی جو میرے اور کراچی کے ایک ایڈیٹر کے درمیان ہوئی تھی۔ میں جب اُن سے ملنے گیا۔ تو انہوں نے پوچھا "کہو کیسے ملنے آئے ہو؟"
"بس صرف آپ سے ملنے آیا تھا۔ آپ سے ایک بات کہنا چاہتا تھا۔"
"ہاں ہاں کہو۔"
"آپ اخبار میں سرورق پر خواتین کی جو نیم عریاں تصویریں دیتے ہیں اور ہر روز ایک افسانہ محبت ہیجان انگیز تصویروں کے ساتھ شائع کرتے ہیں۔ اگر آپ اسے بند کر دیں تو قوم پر بہت بڑا احسان ہوگا۔"
"قریشی صاحب، یہ صحافت کا ماڈرن رجحان ہے، آپ اسے روک نہیں سکتے۔ ہمارا اخبار اسی لئے زیادہ بکتا ہے کہ ہمارے پرچے میں یہ نیا رجحان پوری طرح اجاگر ہے۔"
"مگر جناب، نوجوانوں کے اخلاق کا کیا ہوگا؟"
"اس میں بداخلاقی ہی کیا ہے، یہ میری بیٹیاں ہیں، مجھے انہیں منظر عام پر لانے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ میں اس ملک میں رجعت پسندوں کو ختم کر کے رکھ دوں گا۔"
میں خاموش ہو رہا۔ اس گفتگو کے بعد کچھ اور کہنے کی گنجائش ہی باقی نہیں تھی۔ میں چپکے سے باہر نکل آیا، یہ سوچ کر کہ اگر زیادہ ٹھہرا رہا تو کل کہیں میری داستان محبت نہ شائع ہو جائے (فرضی تصویروں کے ساتھ)
میں نے اپنے ذہن کو اس واقعے سے باہر نکالنے کی کامیاب کوشش کی جب اس کشمکش سے رہائی ملی تو میں نے حسن الامین صاحب سے دریافت کیا۔
"آپ نے مختلف ممالک کی سیاحت کی ہے۔ اس سیاحت کے کچھ دلچسپ تاثرات بیان کیجئے۔"
"تاثرات تو بے حد [illegible]

(بقیہ صفحہ ۱۰)

لیکن میں صرف چار پر اکتفا کرتا ہوں۔ سب سے پہلے میں جنوبی امریکہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس ملک میں تقریباً نصف صدی پہلے شام اور لبنان سے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہجرت کر گئے۔ یہ مسلمان اپنے عقیدے اور عمل کے اعتبار سے پختہ مسلمان تھے۔ مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کا نقشہ ہی بدلا ہوا تھا نوجوان اسلام سے بڑی حد تک بیگانہ ہو گئے ہیں۔ یہ مہاجرین عربی رسالے نکالتے تھے۔ ان رسالوں میں سے ہر دوسرے تیسرے سال ایک نہ ایک رسالہ بند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عربی جاننے والوں کی تعداد میں معتدبہ کمی آتی جا رہی ہے۔ یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ وہاں کے مسلمانوں نے عیسائی خواتین سے شادیاں کر لی ہیں یہ عورتیں ان مسلمانوں کی معاشرت، مذہب اور کلچر پر اس قوت سے اثر انداز ہوئی ہیں کہ ان کا اپنا ڈھانچہ تقریباً گر چکا ہے میرا خیال ہے کہ اگر دس سال کے بعد میں اس علاقے میں جاؤں تو مجھے وہاں کوئی سلام کرنے والا نہیں ملے گا۔

دوسرا تاثر جو میری زندگی کا سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ کیفیت آمیز تاثر ہے۔ اس کا تعلق ایران سے ہے۔ یہ ۱۹۵۸ء کا ذکر ہے۔ میں خراسان سے تہران کی طرف سفر کر رہا تھا۔ میں نے ٹائم ٹیبل دیکھا اور اس کے مطابق گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اس ٹائم ٹیبل میں یہ تحریر تھا کہ نماز کے لئے گاڑی فلاں اسٹیشن پر دس منٹ کیلئے رکے گی۔ یہ پڑھ کر میں نے سمجھا کہ یہ سب کچھ دکھاوے اور پبلسٹی کے لئے لکھا ہے۔ جب وہ سٹیشن قریب آیا۔ تو میں اس وقت تذبذب میں تھا کہ آیا نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں۔ سٹیشن آیا لوگ شوق و وارفتگی کے عالم میں وضو کیلئے دوڑے۔ صفیں قائم ہوئیں۔ تکبیر کے مترنم الفاظ فضا میں گھولنے لگے۔ لوگوں میں خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ مرکز بندگی کے گرد پروانے گردش کر رہے تھے۔ جو لطف اس نماز میں آیا۔ پھر کبھی نہ آیا۔

ان تاثرات کو بیان کرنے کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ گیارہ بج چکے تھے اور ہم صرف پندرہ منٹ اور گفتگو کر سکتے تھے۔ میں نے ایک اور موضوع چھیڑ دیا۔

آپکے نزدیک عالم اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

"اہم مسئلہ اتنا ہے کہ گروہ ٹوٹ رہے اور ہر بال کی سی روانی کے ساتھ دریائے منفعت بننے لگا۔ عالم اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ سوشل افکار کی یلغار ہے۔ ہمارا نوجوان طبقہ بری طرح اس یلغار کی زد میں ہے۔ اگر ہمارا یہ سرمایہ اس سیلاب میں بہ گیا تو پھر ہم کبھی بھی زندگی کی تعمیر اسلامی بنیادوں پر نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے ہمیں سب سے پہلے یہ کام کرنا چاہئے

کہ ہم اپنے نوجوانوں میں صحیح اسلامی روح پیدا کریں اس مادہ پرست ماحول میں اسلامی سپرٹ کا ابھارنا آسان کام نہیں ہمیں ایک طرف اسلام کا ایک جامع تصور پیش کرنا ہوگا جو جدید ذہنوں کو مسخر کر سکے اور دوسری طرف ہمیں علمی بنیادوں پر مغربی افکار کی آرائش و زیبائش دانشورانہ ہونگی۔ یہ کام نہایت نازک ہے اور اسے وہی لوگ کر سکتے ہیں جو مغربی تقاضوں سے پوری طرح باخبر ہوں اور اسلام کی صلاحیتوں اور حکمتوں کے پوری طرح رمز شناس ہوں ہمیں اپنے نوجوانوں کو یہ احساس نہیں ہونے دینا چاہیئے کہ اسلام انہیں موجودہ عہد سے کاٹ کر پیچھے کی طرف لے جانا چاہتا ہے"

کیا عالم اسلام میں ایسی تحریکیں موجود ہیں جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کام کر رہی ہوں؟ میں نے اس ضمن میں ایک اور سوال کر ڈالا۔

"کوئی قابل ذکر تحریک موجود نہیں لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ اسلام پھر سربلند ہوگا اور ہماری زندگی پر اس کی حکمرانی ہوگی"

"آپ نے ابھی ابھی جس امید کا اظہار کیا ہے وہ امید محض جذبات سے پھوٹی ہے یا وہ حقائق کی پیداوار ہے" انہوں نے محکم انداز میں کہا۔

"حقائق کی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں میں اسلامی اصولوں کو اپنانے کا جذبہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے پچھلے سال ترکی سے حجاج کی اتنی بڑی تعداد کا آنا اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اس سرزمین میں اسلام سب سے بڑی قوت ہے۔ پاکستان کے عوام میں میں نے اسلام کے لئے شدت کی پیاس محسوس کی ہے پاکستان کے ارباب اقتدار سے ملا ہوں اور میں نے ان سے یہ تاثر لیا ہے کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ یہاں اسلام کو نافذ کرنا چاہتے ہیں"

میرا آخری سوال تھا۔

"کیا اس عہد میں اسلام کا مثالی نظام قائم کیا جا سکتا ہے؟"

"اسلام کا مثالی نظام حضرت عمرؓ کے بعد قائم نہ ہو سکا۔ حضرت علیؓ نے بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کرنے کی کوشش کی لیکن بگاڑ زیادہ قوت اختیار کر گیا تھا۔ ہم اپنے دور کے ثقافتی اور سائنسی ماحول کے اندر اسلامی اصولوں پر ہیئت اجتماعیہ کی تعمیر کر سکتے ہیں"

ہم وقت کو پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ اسے الوداع کہنے کے لئے ہم سب اٹھے ہر ایک کی آواز جدا جدا آہنگ پیدا کر رہی تھی۔ ہم نے رخصت چاہی، دل دھڑکے اور ہاتھ آگے بڑھے ہم نے آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے کا شکریہ ادا کیا، کیونکہ زبان ہمارے جذبات کی ترجمانی سے قاصر تھی۔ معلوم نہیں دفور جذبات میں زبان کیوں گنگ ہو جاتی ہے۔ ضیاء المحسن موسوی صاحب کی شخصیت قریب تر ہو کر نکھر آئی تھی۔ اس لمحہ پر رشک کرتا رہا۔ اور یہ رشک اپنے لئے محرومی کا داغ بن گیا۔

مالی سال کا آخری مہینہ اور عہدیداران جماعت کا فرض

موجودہ مالی سال کے گیارہ ماہ گذر چکے ہیں اور صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے جملہ جماعتوں کے نسبتی بجٹ وصولی اور بقایا کی پوزیشن کے متعلق سیکرٹریان مال کی خدمت میں نظارت ہذا کی طرف سے اطلاع بھجواتے ہوئے تحریک کی جا چکی ہے کہ وصولی چندہ میں کمی پورا کرنے کی طرف فوری توجہ کریں اور جن احباب جماعت کے ذمہ بقایا چندہ جات قابل ادا ہیں اُن سے وصول کر کے مرکز میں ارسال کر دیں۔

اب چندہ جات کی وصولی کیلئے غیر معمولی کوشش اور جد و جہد درکار ہے کیونکہ ابھی تک بہت سی جماعتوں کا بجٹ لازمی چندہ جات پورا نہیں ہوا۔ جماعتوں میں اعلیٰ اخلاص اور قربانی کی روح پیدا کرنے میں مقامی عہدیداران کا بھی بہت دخل ہے اگر عہدیداران کرام خود اپنا نمونہ پیش کریں اور پھر تو شوق میں دوستوں کو تحریک فرماویں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے چندہ جات کی پوزیشن کافی بہتر ہو سکتی ہے۔ پس جن عہدیداران نے سال کے دوران میں پوری کوشش نہیں فرمائی۔ ان کو اب اس کی تلافی کرنی چاہیئے تاکہ حتی الوسع اپنی ذمہ داری ادا کر کے عند اللہ ماجور اور اسکے فضلوں کے وارث بن سکیں۔

بجٹ کو پورا کرنیکے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مندرجہ ذیل ارشاد احباب جماعت و عہدیداران کرام کی تحریک یاد دہانی کے لئے تحریر کیا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ:-

"میں ایسے چندہ کا قائل نہیں ہوں کہ وعدہ لکھوا دیا۔ اور پھر خط و کتابت ہو رہی ہے یاد دہانی کرائی جا رہی ہے اخباروں میں اعلانات ہو رہے ہیں اور وعدہ کرنیوالا پھر بھی خاموش بیٹھا ہے"

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

"میں ان دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں۔ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں ..... وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات بہت زیادہ ہیں یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے"

پھر فرمایا کہ

"جیسا کہ پہلے جلسہ کے موقعہ پر بھی دوستوں سے کہا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ جماعت اپنے زبانی وعدوں اور الفاظ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرے اور جماعت کے تمام دوست تن من اور دھن سے اسلام کی تقویت کیلئے زور و شور سے کام شروع کر دیں"

حضور کے مندرجہ بالا ارشادات سے واضح ہے کہ حضور افراد جماعت کو دین پر مقدم رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے یہ توقع رکھتے ہیں کہ احباب جماعت باوجود اپنی ذاتی اور خاندانی ضروریات اور مشکلات کے اپنے ذمہ کے لازمی چندہ جات کو صد فیصدی ادا کریں۔ اگر ہماری جماعت کے تمام دوست اس نکتہ کو صحیح طور پر سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں تو یہ امر یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے احباب کی ذاتی اور خاندانی مشکلات کو بھی اپنے فضل سے

خبریں

نئی دہلی ۱۰ اپریل۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے آج لوک سبھا میں اعلان کیا کہ بھارت شمالی سرحد پر اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کر رہا ہے۔ اور وہ چین سے اپنا تمام علاقہ واپس لینا چاہتا ہے۔ آپ نے سوالات کے وقفہ کے دوران میں بھارت سرکار کے اس سٹینڈ کا اعادہ کیا کہ اگر چین کولمبو تجاویز کو منظور کرے تو بھارت اس کے ساتھ سرحدی جھگڑے کے متعلق بات چیت کرنے کو تیار ہے۔ بھارت کی اس پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی آپ نے ایک اور سوال کے جواب میں اعلان کیا کہ لداخ میں اقصائے چین کا علاقہ ہمارا علاقہ ہے۔ اور ہم چین سے اپنا تمام علاقہ واپس لینا چاہتے ہیں۔ آپ نے ممبروں کو یقین دلایا کہ چین کے مقابلہ پر بھارت کی دفاعی طاقت میں متواتر اضافہ کیا جا رہا ہے اور اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اپنی دفاعی طاقت مضبوط بنانے سے ہمارا مقصد چینی خطرہ اور چینی جارحیت کا مقابلہ کرنا اور چین سے وہ تمام علاقہ واپس لینا ہے جو بھارت کا سمجھا جاتا ہے۔

کلکتہ ۱۰ اپریل۔ پردھان کے ڈپٹی کمشنر نے رات ۱۰ بجے سے لیکر صبح ۵ بجے تک تعینہ میں کرفیو نافذ کر دیا ہے۔ جو ایک ہفتہ جاری رہے گا۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ یہ اقدام سماج دشمن عناصر کی طرف سے پتھر بازی اور لوٹ مار کی وارداتوں سے پیدا شدہ صورت حال کے پیش نظر کیا گیا۔ یہ شہر میں دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت ایک ماہ کے لئے جلسے جلوس اور ہتھیار لے کر چلنے پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ شہر میں مظفر اقلیتی فرقہ کے شخص کے قتل کے سلسلہ میں پولی ٹیکنیک ہوسٹل کے چار طلباء کی گرفتاری کے بعد شروع ہوئے۔

نئی دہلی ۱۰ اپریل۔ آج لوک سبھا میں دریافت کیا گیا کہ کیا پاکستان نے لداخی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے کشمیر کے خطہ میں جنگ بندی لائن کے قریب سڑکیں تیار کر لی ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے وزیر دفاع شری چوان نے کہا کہ ممکن ہے کہ جنگ بندی لائن کے پاس آنے والی پگڈنڈیوں میں سے بعض کو پاکستان نے تمام موسموں میں کام دینے والی سڑکوں میں تبدیل کر لیا ہو۔ آپ نے کہا کہ پاکستان کے ایسا کرنے کا مقصد معلوم نہیں ہے۔ اور بھارت نے اس سلسلہ میں کوئی شکایت نہیں کی ہے۔ تاہم اپنے دفاع کے لئے ممکن کارروائی کر رہے ہیں۔ اور احتیاطی بندی کی جا رہی ہے۔

نئی دہلی ۱۰ اپریل۔ پردھان منتری نہرو نے آج لوک سبھا میں بتایا کہ حال ہی میں پاکستان میں اقلیتوں کے بارے میں جو واقعات ہوئے ہیں۔ وہ بڑے ہولناک اور نہایت تکلیف دہ ہیں لیکن جو کچھ بہار اور اڑیسہ میں ہوا ہے وہ بھی نہایت شرمناک تھا۔ آپ شری ایچ سی ماتھر کے سوال کا جواب دے رہے تھے۔

نئی دہلی ۱۰ اپریل۔ آج لوک سبھا کے تمام ممبروں نے بھوٹان کے وزیر اعظم شری جگمی دورجی کی یاد میں ایک منٹ کے لئے خاموشی اختیار کی اور ان کی ہتیا پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ انہیں کل رات کسی نامعلوم شخص نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ شری نہرو نے کہا ہم یہ دکھ والی خبر سنکر سکتہ کے عالم میں رہ گئے۔ وہ بھوٹان کے سرکردہ سیاستدان اور بھارت کے دوست تھے۔

واشنگٹن ۱۰ اپریل۔ جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ مسٹر صادق نے شیخ عبداللہ کو رہا کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے۔ امریکہ کے راجدھانی کو اس سے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ وہ سرکاری حلقوں نے اس فیصلہ کو کشمیر کے متعلق بھارت کی پالیسی میں ضروری تبدیلی قرار دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ تبدیلی چین کے دباؤ مغربی ملکوں کے رویہ اور اتحادی سبھا میں بھارت کے اکیلا رہ جانے کا براہ راست نتیجہ ہے یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ شیخ عبداللہ کی رہائی سے کشمیر کے متعلق نئی پالیسی رونما ہوگی اور اس سے پاکستان کو نقصان پہنچے گا۔ وہ ایسی پوزیشن میں نہیں رہے گا کہ شیخ عبداللہ کے معاملہ کو اپنے پروپیگنڈا مقاصد کے لئے استعمال کر سکے۔ یہاں محسوس کیا جا رہا ہے کہ کشمیر کو ایک آزاد ریاست کا درجہ دینے کی تجویز اب دور کا خیال ہو چکی ہے۔ امریکہ کے دفتر خارجہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ شیخ عبداللہ نے اپنی رہائی کا فیصلہ بھارت کے ساتھ کشمیر کے الحاق کو قطعی تسلیم کرکے کرایا ہوگا۔ اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ پاکستان چینی کمیونسٹوں کی سرگرم امداد کے ساتھ کشمیر پر ایک اور دھاوا بول دے۔ اس صورت میں امریکہ اور پاکستان کے تعلقات پہلے سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہو جائیں گے۔ امریکہ کے تمام اخبارات نے شیخ عبداللہ کی رہائی کے فیصلہ کی خبر اپنے پہلے صفحوں پر شائع کی ہے۔

میسکل دسنگری ۱۰ اپریل۔ روسی پردھان منتری شری کروشچیف اپنے ہنگری کے دورہ کے سلسلہ میں اس صنعتی شہر میں آئے تو کمیونسٹ پارٹی میں ان کے اعزاز میں ایک تقریب کی۔ اس میں تقریر کرتے ہوئے شری کروشچیف نے چین کی شدید مذمت کی۔ اور کہا کہ چینی اس سطح تک آ گئے ہیں کہ وہ میرے ملک میں بھی میرے خلاف

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
(بقیہ صفحہ ۸)

یوسف بقعر چاہے محبوس ماند تنہا
ایں یوسفے کہ تنہا از چاہ برکشیدہ

یعنی قرآن پاک کے نور سے مسیح روشن ہو گیا ہے اور دلوں کے بطنوں پر بار حبیبا چلی آہستا قرآن مجید جیسی روشنی سورج بھی نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اس جیسی خوبی اور دلبری کسی نے چاند میں دیکھی ہے۔ حضرت یوسف تو کنویں میں اکیلے ہی قید تھے۔ مگر ہمارا قرآن وہ یوسف ہے کہ وہ اکیلا ہی کنوئیں میں گرنے والوں کو باہر نکالتا ہے۔

قرآن مجید سب علوم کا خزانہ ہے

اسی طرح قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں سہ

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہے جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

درخواست دعا

میرے بیٹے میاں ناصر احمد کا بی۔ یو۔ سی کا امتحان یکم اپریل سے شروع ہے احباب جماعت دعا فرماویں کہ اللہ پاک عزیز کو اعلیٰ نمبرات سے ساتھ کامیابی دے۔ آمین۔
نیز میری بچی عزیزہ بیگم زیب جماعت کا امتحان ۱۰ اپریل سے شروع ہے۔ دعا فرماویں کہ اللہ پاک اس کو بھی کامیاب فرمادے۔ آمین۔

خاکسار
شیخ علی احمدی محلہ ظہیر آباد

ہم شروع کرتے ہیں یا انہوں نے میرے خلاف ایسے الزامات گھڑے ہیں جن پر میں بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں۔ شری کروشچیف نے گرج کر کہا کہ کوئی بے وقوف ہی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ دنیا کے مختلف سوشلزم کے حامی ممالک کی مدد کے بغیر اکیلا ہی سوشلزم لا سکتا ہے۔

جبل پور ۱۰ اپریل۔ دفاعی پیداوار کے وزیر شری راگھو رمیا نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں بتلایا کہ بھارت میں مگ جیٹ لڑاکا ہوائی جہاز تیار کرنے والے پراجیکٹ کو تیزی سے مکمل کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ روسی ماہرین کی ایک ٹیم بھارت پہنچ چکی ہے اور تکنیکی تفاصیل کے متعلق بھارتی ماہرین کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں۔ ۲۰ ملی میٹر کی توپوں کے گولے بنانے کی پراجیکٹ مکمل ہو گئی ہے۔

اشاعت قرآن کی تڑپ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں یہ شدید خواہش اور تڑپ تھی کہ قرآن مجید علوم کی دنیا میں خوب اشاعت ہو۔ اور اس کے حسن و جمال کی روشنی سے دنیا منور ہو۔ چنانچہ حضور کی اس خواہش کا اظہار حضور کے اس کلام سے ہوتا ہے سہ

صد اگر حسن جمال فرقاں عیاں نماند
آں خود عیاں مگر اثر خارخاں نماند
صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن دلکشی فرقاں نہاں نماند
اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

گویا کہ افسوس کہ آج قرآن مجید کا حسن دنیا پر ظاہر نہیں۔ وہ خود تو روشن اور عیاں ہے۔ مگر خار زار کا اثر نہیں۔ میں تو ہزار بار خوشی سے اچھلوں اگر دیکھوں کہ قرآن مجید کا حسن ظاہر ہو گیا۔ پس اے بے خبر انسان قرآن مجید کی خدمت پر کمربستہ ہو جا پیشتر اس کے کہ تو دنیا سے رخصت ہو جائے اور اعلان ہو کہ فلاں شخص اب دنیا میں نہیں رہا۔
(باقی آئندہ)